ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

مئی ۱۹۸۸ء

ایڈیٹر

مرزا محمد الدین ناز

پیارے آقا کا پیغامِ عید

سیّدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ نے لندن سے جملہ احبابِ جماعتِ احمدیہ کے نام عید الفطر کے موقع پر عید مبارک کا جو پیغام ارسال فرمایا ہے وہ ذیل میں درج ہے۔ حضور فرماتے ہیں :-

"تمام احبابِ جماعت اور خواتین اور بچّوں کو میری طرف سے محبّت بھرا سلام اور عید مبارک۔ یہ عید الفطر احمدیت کی پہلی صدی کی آخری عید ہے۔ میری دعا ہے کہ یہ رخصت ہو جانے والی عید اپنے عقب میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی وہ دائمی عید ہمارے لئے چھوڑ جائے جو پھر کبھی رخصت نہ ہو۔ آمین

خدا حافظ۔ والسّلام خاکسار

مرزا طاہر احمد

امام جماعت احمدیہ

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

ہجرت ۱۳۶۷ ہش

مئی ۱۹۸۸ء

ایڈیٹر

مرزا محمد الدین ناز

پبلشر :- چوہدری محمد ابراہیم

پرنٹر :- قاضی منیر احمد

مطبع :- ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقامِ اشاعت :- دفتر ماہنامہ انصار اللہ
دار الصدر جنوبی ربوہ

کتابت :- حمید الدین

فہرست

جلد نمبر ۲۹
شمارہ نمبر ۵

شرح چندہ

پاکستان ——— بیس روپے سالانہ

قیمت فی پرچہ : دو روپے

اداریہ

...تدبّر بھی کیا تُو نے ؟

عصرِ حاضر کی خرد افروز اور فکر انگیز فضا میں ایک اہم سوال اذہان کی دہلیز پر بار بار دستک دے رہا ہے کہ سسکتی مذہبی اقدار کو کون سہارا دے گا ؟ دم مارتے اخلاقی اطوار کو کون سنبھالا دے گا ۔ ہر تقریر ۔ ہر تحریر ! ہر ذہن ۔ ہر سوچ الغرض زمانے کا ہر فکری گوشہ اِس سوال کے جواب کا متلاشی ہے ۔

- بعض علماء کے گروہ سے باوجود انتشار لامتناہی کے اصلاح کی توقع رکھتے ہیں ۔
- بعض عسکری طاقتوں میں اس کا حل تلاش کرتے ہیں ۔
- بعض دباؤ اور طاقت میں اس کا مداوا ڈھونڈتے ہیں ۔
- بعض اجتماعی کانفرنسوں میں سوچ و بچار کو اس کا علاج خیال کرتے ہیں ۔
- بعض اتحاد اور وحدتِ ملّی کی صدا بصحرا اپیلوں کو اس کا درماں سمجھتے ہیں ۔

لیکن ؏
مرض بڑھتا گیا جُوں جُوں دَوا کی

ساری کوششیں بے سُود ، ساری تحریکیں بے برکت اور ساری کاوشیں بے نتیجہ ثابت ہوئیں ۔

مذہبی تاریخ میں اس قسم کی فکری افتاد کی کوئی گنجائش نہیں ۔ مذہبی دُنیا میں کبھی ان واسطوں سے انقلاب نہیں آیا کہ موجود خراب معاشرہ سے از خود اصلاحی تحریک یا طاقت جنم لے کر انقلابِ نَو کا پیش خیمہ ثابت ہوئی ہو ۔ ایک بھی اگر ایسی مثال ہو تو اس مفروضہ کو باور کیا جا سکتا ہے لیکن اگر ایک بھی مثال ایسی نہیں ملتی اور ہرگز نہیں ملے گی تو اس زمانہ میں یہ کیسے امید لگائی جا سکتی ہے جبکہ مزعومہ ذرائع استعمال کرنے کے بعد بھی حالات اَبتر سے اَبتر ہوتے چلے جا رہے ہیں ۔ اگر خدائی تقدیر اسی طرح سے رُونما ہونا ہوتی تو ان کوششوں میں برکت پڑتی اور حالات میں انقلابی لہر دوڑتی لیکن معاملہ برعکس ہے اور ہر آنکھ اس کا مشاہدہ کر رہی ہے اِس لئے سوچ کا دھارا تبدیل کرنے کی ضرورت ہے ۔ فکر کو حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صلحاءِ اُمت کے اقوال سے ہم آہنگ کرنے کی ضرورت ہے وگرنہ حالات ہر دیدۂ عبرت نگاہ

کے سامنے ہیں۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

قَالَ لَا يَزْدَادُ الْاَمْرُ اِلَّا شِدَّةً وَلَا الدُّنْيَا اِلَّا اِدْبَارًا وَلَا النَّاسُ اِلَّا شُحًّا وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا عَلٰى شِرَارِ النَّاسِ وَلَا الْمَهْدِيُّ اِلَّا عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ۔

(ابن ماجہ باب شدۃ الزمان ص ۲۵۷)

فرمایا معاملات سنورنے کی بجائے شدت سے بگڑتے چلے جائیں گے اور دنیا تباہی کی طرف بڑھتی چلی جائے گی۔ لوگوں میں خود غرضی، مطلب پرستی عام ہو جائے گی۔ شریر لوگ قیامت کا منظر دیکھیں گے (ایسے میں یاد رکھو) اللہ تعالیٰ کا مامور ظاہر ہوگا اور مہدی اور عیسیٰ ایک ہی وجود کے دو نام ہوں گے۔

محی الدین ابن عربی نے بھی اس مسئلہ کو خوب واضح فرمایا ہے اور حضرت مسیح کا اُمّتِ محمدیہ میں نبی بن کر آنا ختمِ نبوت کے منافی قرار نہیں دیا۔

مَاظَهَرَ مِنْ ذٰلِكَ هُوَمَا قَوَّاهُ شَرْعَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنُبُوَّةُ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ ثَابِتَةٌ لَهٗ مُحَقَّقَةٌ فَهٰذَا نَبِيٌّ وَرَسُوْلٌ قَدْ ظَهَرَ بَعْدَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ فِيْ قَوْلِهٖ اَنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ فَعَلِمْنَا قَطْعًا اَنَّهٗ يُرِيْدُ التَّشْرِيْعَ خَاصَّةً۔

(فتوحاتِ مکیہ جلد ۲ ص ۳)

اس سے جو ظاہر ہوتا ہے وہ شرعِ محمدی کو قوت دلانا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت ثابت و متحقق ہے اور وہ نبی اور رسول ہوں گے جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ظاہر ہوں گے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا بھی سچ ہے کہ "لا نبی بعدہٗ"۔ پس ہم نے یقین جان لیا کہ اس سے مراد خاص طور پر تشریعی نبوت تھی۔

چنانچہ آخرین کی اصلاح کے لئے لکھا ہے:-

"وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ..... ذٰلِكَ اِشَارَةٌ اِلٰى بِعْثَتِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ"

(تفسیر بحر المحیط جلد ۸ ص ۲۶۵)

کہ زیرِ آیت ہٰذا اللہ تعالیٰ نے امام مہدی علیہ السلام کی بعثت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

اسی طرح هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ کی آیت پر تمام مفسرین متفقہ طور پر یہ یقین رکھتے ہیں کہ صرف اور صرف امام مہدی کے ذریعہ نشأۃ ثانیہ مقدر ہے اور یہی ایک طریق ہے باقی سب خام خیالی ہے۔

۱۔ " لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ..... ذٰلِكَ اِذَا نَزَلَ عِيْسٰى لَمْ يَكُنْ فِي الْاَرْضِ دِيْنٌ اِلَّا الْاِسْلَامُ "
(تفسیر قرطبی جلد ۱۸ ص ۸۶)

کہ آخری زمانہ میں نشأۃِ ثانیہ کسی اجتماع یا تحریک یا طاقت سے نہ ہوگی بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے حضرت مسیح نازل ہوں گے اور ایک وقت ایسا آئے گا کہ (حضرت مسیح کی کوششوں سے) اسلام کے سوا اور کوئی مذہب دُنیا میں نہیں ہوگا۔

(تقریباً اسی قسم کی عبارات تفسیر نسفی جلد ۴ ص ۱۹۰، الکشاف جز ۴ ص ۵۲۶، فتح القدیر جلد ۵ ص ۲۱۵ میں موجود ہیں۔)

۲۔ "وَهُوَ الْاِمَامُ الَّذِيْ يُظْهِرُهُ اللّٰهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ فَيَمْلَأُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَّجَوْرًا وَهٰذَا مِمَّا ذَكَرْنَا اَنَّ تَاوِيْلَهٗ بَعْدَ تَنْزِيْلِهٖ۔
(تفسیر قمی جلد ۲ ص ۳۱۷)

کہ دینِ حق کا غلبہ امام مہدی کے ذریعہ سے ہوگا پس وہ زمین کو عدل و انصاف سے معمور کرے گا جبکہ اس سے پہلے وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی اور شریعتِ حقہ کے نفاذ کی حقیقت اس کے نزول کے بعد ہی عملی جامہ پہنے گی۔

۳۔ "مراد از رسول درینجا امام مہدی موعود است"۔ کہ اس جگہ رسول کا لفظ امام مہدی موعود پر اطلاق پاتا ہے۔ (بحار الانوار جلد ۱۳ ص ۲۴) (غایۃ المقصود جلد ۲ ص ۱۲۳)

۴۔ صاحب نور الانوار اسی آیت کے نیچے فتنوں کا ذکر کرتے اور اس کا علاج تجویز کرتے ہیں:-

"ایں آیہ شریفہ دلالت برظہورِ مہدی عَجَّلَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ بالاشارہ میکند...... مثل طوائف مختلفہ نصاریٰ از رومیہ فرنگستان از انگلیسیہ و فرانسیہ و فرنگیسیہ ...... وغیر از ایشاں کہ غالب اہلِ اسلام و مسلمین میباشند بس باید خداوند بزرگی از اہلِ اسلام و آلِ محمد برانگیزاند تا آنکہ دینہا را بیک دینِ محمدیہ برگرداند و سائر ادیان را از میاں بردارد..... والّا باید کذب لازم بیاید برخدا و قول بایں کفر است"۔

کہ یہ آیہ شریفہ ظہورِ مہدی (اللہ تعالیٰ اُسے جلد بھیجے) پر اشارۃً دلالت کرتی ہے..... جس طرح مختلف گروہ جیسے رومی، عیسائی، انگلستان کے فرنگ اور فرانسیسی اور فرنگی .... وغیرہ میں سے اہلِ اسلام اور مسلمانوں پر غالب ہیں پس چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اہلِ اسلام اور آلِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں سے کسی بزرگ انسان کو کھڑا کرے تاکہ سب دینوں کو ایک ہی دینِ

محمدی پر اکٹھا کرے اور باقی ادیان کو درمیان سے اُٹھادے وگرنہ خدا تعالیٰ پر جھوٹ لازم آنا چاہیئے اور ایسا کہنا کفر ہے۔

(نورالانوار زیرِ آیت لِیُظْہِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ صفحہ ۲۷۹، ۲۸۰)

"مؤیدالوداد 'کتاب مخزن' میں لکھتا ہے کہ ان علامات میں سے ایک تمام عالَم کا کفر سے گھِر جانا ہے اور تمام مسلمانوں پر کفار کا غلبہ حاصل کرنا اور تمام حکومتِ اسلامیہ میں ان کا مسلط ہو جانا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ کفار اہلِ اسلام سے اُن کے قلوب کو خوش کرنے اور اپنی طرف مائل کرنے کی غرض سے دوستی پیدا کریں گے اور وہ کفار انگریز ہوں یا ہندو اپنے قاعدوں میں مسموع القول ہوں گے یعنی جو کچھ وہ چاہیں گے کریں گے یا زور سے یا روپیہ پیسہ کے ذریعے۔ اس زمانہ میں وہی بزرگ اور دُنیا کے فیصلہ کُن مانے جائیں گے اور اس زمانہ والے اپنے دنیاوی اغراض کی بناء پر اپنے آپ کو ان کفار سے منسوب کریں گے اور انہیں کی پناہ تلاش کریں گے بلکہ ان کی دوستی پر فخر کریں گے اور تمام مسلمان انہیں کے لباس میں ملبوس ہوں گے بالکل ان کافروں کی شبیہ بن جائیں گے۔ گفتگو میں اور کردار میں انہیں کے چلے ہوئے راستہ پر وہ چلیں گے اور انہیں کی پیروی ہر بات میں اختیار کریں گے۔ دینِ اسلام اس وقت اس قدر ضعیف ہو جائے گا کہ علاوہ زبانی نام کے اس کی کوئی شئے باقی نہ رہے گی۔"

(آثارِ قیامت وظہورِ حجت صفحہ ۴۶، ۴۷)

نواب صدیق حسن خان صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

"اسلام میں جو خرابیاں ہاتھ سے فقہاءِ اسلام واہل رائے وتقلید کے واقع ہوئی ہیں اور روز افزوں ہوئی ہیں لوگ نام کے مسلمان رہ گئے ہیں۔ کام میں شرک وبدعت کرتے ہیں۔ قول علماء ومشائخ سلف یا خلف کو حجتِ مذہبی سمجھتے ہیں ان سب آفات وبلیات ومصیبات وتکلیفات وخرافات کو بھی بالکل وہ دُور دفع کر دیں گے۔ خالص کتاب وسُنّت پر وہ عامل ہوں گے دوسروں سے بھی اس پر عمل کراویں گے۔ یہی حال مہدی علیہ السلام کا ہوگا اگر وہ آگئے سارے مقلد بھائی اُن کے دشمن جانی بن جاویں گے۔ ان کے قتل کی فکر میں ہوں گے کہیں گے یہ شخص تو ہمارے دین کو بگاڑتا ہے۔"

(اقتراب الساعۃ صـ ۲۲۴ مطبع مفیدِ عام ۱۳۰۱ھ)

صاحبِ النجم الثاقب تحریر فرماتے ہیں:۔

"درجمعہ از اسامی مبارک حضرت صاحب الامر علیہ السلام ...... کنایہ است از ایشان بانکہ نفہمد

معنی آں را غیر از اہلِ حق جمع میکند کلمہ ہا را یعنی ہمہ دین ہا یک دین میشود و تمام میکند بأو نعمت را و خداوند حق را بأو ثابت وظاہر میکند و باطل را محو میکند و او مہدی منتظر شما است۔"

(النجم الثاقب جلد ا صـ۳۳۹ مطبع پٹنہ ۱۳۱۳ھ)

جمعہ حضرت امام آخر الزماں کے اسماء مبارکہ میں سے ایک اسم ہے ..... یہ کنایہ ہے جس کو غیر از اہلِ حق نہیں سمجھ سکتے وہ تمام کلموں کو یعنی تمام دینوں کو جمع کر کے ایک دین بنائے گا اور اس پر اپنی نعمت تمام کرے گا اور اس کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ حق کو ثابت وظاہر فرمائے گا۔ باطل کو حرفِ غلط کی طرح مٹا دے گا اور وہ امام مہدی المنتظر ہو گا۔

صاحبِ نور الانوار فرماتے ہیں :-

"یَھْدِمُ مَاقَبْلَهٗ كَمَا مَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَسْتَانِفُ الْاِسْلَامَ جَدِيْدًا۔"

(نور الانوار جلد ۱۳ صـ۱۹۱)

وہ سب غلط عقائد اور رسومات وبدعات کو جو معاشرے کے اندر اس کی بعثت سے پہلے سرایت کر چکی ہوں گی کو ختم کرے گا جس طرح رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رسومات کو توڑ کر دکھایا تھا اور وہ اسلام کی از سرِ نو تجدید کرے گا۔

اِن تمام اقتباسات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ دینِ حق کی نشأۃِ ثانیہ اس امام مہدی کے ہاتھ پہ مقدر ہے جسے حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق خدا تعالیٰ خود کھڑا کرے گا۔ کیا اس زباں زدِ خلائق پُرظلمت دور میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس سوال کا جواب دیا۔ اگر جواب نہیں میں ہو تو

- کیا انسانی فردی و اجتماعی کاوشیں خدا تعالیٰ کی نظر میں مقبول اور اصلاح پذیر ہیں یا معاملہ دگر گوں ہے۔
- کیا انسانی تدابیر خدا تعالیٰ کی تقدیر کا مقابلہ کر سکتی ہیں۔
- کیا انسانی تعلیوں اور مزعومہ دعاوی کے سامنے خدا تعالیٰ بے بس ہو کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صلحاءِ امّت کے ساتھ کئے گئے وعدوں کو یکسر بھلا دے گا۔
- کیا انسانی قوانین خدا تعالیٰ کو اپنے ارادے پورا کرنے پر قدغن لگا سکتے ہیں۔
- کیا ایسے حالات پیدا نہیں ہوئے کہ وہ وعدہ پورا ہو جبکہ ایک صدی پہلے ہی تمام علماء وصوفیاءِ اُمّت اس کے منتظر تھے۔

تو حسبِ اقوالِ بزرگاں ایک صدی پہلے علامات پوری ہونے کے باوجود پھر وہ "المنتظر" کب آئے گا یا اب وہ وقت نہیں آیا کہ اپنی سوچوں کا دھارا تبدیل کیا جائے۔ فتدبّروا یا اولی الالباب

امام الکلام

ولی بننے کیلئے ابتلاء ضروری ہیں

"ایک مجلس میں بایزیدؒ وعظ فرما رہے تھے وہاں ایک مشائخ زادہ بھی تھا جو ایک لمبا سلسلہ رکھتا تھا۔ اس کو آپ سے اندرونی بُغض تھا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ خاصہ ہے کہ پُرانے خاندانوں کو چھوڑ کر کسی اَور کو لے لیتا ہے جیسے بنی اسرائیل کو چھوڑ کر بنی اسمٰعیل کو لے لیا کیونکہ وہ لوگ عیش و عشرت میں پڑ کر خدا کو بھول گئے ہوتے ہیں۔ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ (پارہ ۴) سو اس شیخ زادے کو خیال آیا کہ یہ ایک معمولی خاندان کا آدمی ہے کہاں سے ایسا صاحبِ خوارق آگیا کہ لوگ اس کی طرف جُھکتے ہیں اور ہماری طرف نہیں آتے۔ یہ باتیں خدا تعالیٰ نے حضرت بایزیدؒ پر ظاہر کیں تو انہوں نے ایک قِصّہ کے رنگ میں یہ بیان شروع کیا کہ ایک جگہ مجلس میں رات کے وقت ایک لمپ میں پانی سے مِلا ہوُا تیل جل رہا تھا۔ تیل اور پانی میں بحث ہوئی۔ پانی نے تیل کو کہا کہ تُو کثیف اور گندہ ہے اور باوجود کثافت کے میرے اُوپر آتا ہے۔ مَیں ایک مصفّا چیز ہوں اور طہارت کے لئے استعمال کیا جاتا ہوں لیکن نیچے ہوں اِس کا باعث کیا ہے؟ تیل نے کہا کہ جس قدر صعوبتیں مَیں نے کھینچی ہیں تُو نے وہ کہاں جھیلی ہیں جس کے باعث یہ بلندی مجھے نصیب ہوئی۔ ایک زمانہ تھا جب مَیں بویا گیا۔ زمین میں مخفی رہا۔ خاکسار ہوُا۔ پھر خدا کے ارادہ سے بڑھا۔ بڑھنے نہ پایا کہ کاٹا گیا۔ پھر طرح طرح کی مشقّتوں کے بعد صاف کیا گیا۔ کولھُو میں پِیسا گیا پھر تیل بنا اور آگ لگائی گئی۔ کیا اِن مصائب کے بعد بھی مَیں بلندی حاصل نہ کرتا۔

اہل اللہ مصائب و شدائد کے بعد درجات پاتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۲۵، ۲۶)

کلام الامام

..... وہ کمال کو پہنچ جاتے ہیں

"یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ اَدنیٰ درجہ کے مومنوں پر جو ابتلاء آتے ہیں وہ تو اِس لئے آتے ہیں کہ انہیں معلوم ہو جائے کہ ان کی ایمانی حالت کیسی ہے اور جو اعلیٰ درجہ کے مومنوں پر آتے ہیں وہ اِس لئے آتے ہیں کہ دوسروں کو معلوم ہو جائے کہ ان کی کیا حالت ہے۔ عام طور پر لوگ اپنے متعلق خیال کرتے ہیں کہ انہیں ایمان میں ثباتِ قدم حاصل ہے مگر موقع آنے پر ان سے کمزوری ظاہر ہو جاتی ہے اور ان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ ہمارے اندر یہ یہ کمزوری ہے اور وہ اس کو دُور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پھر ابتلاء آتا ہے تو اُن کو معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے اندر فلاں نقص بھی موجود ہے اور وہ اُسے دُور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اِس طرح رفتہ رفتہ وہ کمال کو پہنچ جاتے ہیں۔ لیکن اعلیٰ درجہ کے لوگوں پر اِس لئے ابتلاء لائے جاتے ہیں تا کہ دوسروں کو معلوم ہو جائے کہ یہ کیسے اعلیٰ مقام پر پہنچے ہوئے ہیں کہ کوئی مصیبت ان کے پائے ثبات میں لغزش پیدا نہیں کرتی .....

غرض ابتداء سے انتہاء تک وہ ان کے ہر حملہ کے مقابلہ میں قائم رہتے ہیں اور یہی کہتے رہتے ہیں کہ جو کچھ تمہاری مرضی ہے کر کے دیکھ لو تم ہمیں صداقت سے منحرف نہیں کر سکتے .....

جب وہ ..... ابتلاؤں سے پیچھے نہیں ہٹتے بلکہ ان میں ثابت قدم رہتے ہیں اور استقلال سے ان کو برداشت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں بشارت دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ مبارک ہو! تمہارے ایمان کی پختگی ثابت ہو گئی۔ تم امتحان میں پاس ہو گئے اب تم اگلی جماعت کی تیاری کرو۔"

(تفسیر کبیر حضرت مصلح موعود جلد دوم صفحہ ۲۹۴، ۲۹۵)

عربی منظوم کلام

بَلَانِی اللَّیَالِی وَیْلُهَا مِنْ صُرُوْفِهَا بِمَا صِرْتُ فِیْهِ حَائِرَ الْفِکْرِ وَاللُّبِّ

مجھے جدائی کی راتوں نے سخت ستایا اُن کی گردشوں اور حادثوں پر افسوس! میری تو اس میں عقل و فکر چکر کھا گئی ہے۔

هُمُوْمٌ وَّتَنْکِیْدٌ وَّاَسْرٌ وَّغُرْبَةٌ وَفِیْ سُفَهَاءِ النَّاسِ دَارٌ وَّهُمْ کَرْبِیْ

رنج و غم، گرفتاری اور سفر میں مبتلا۔ بیوقوف لوگوں میں مکان ہے جن کے ہاتھوں دُکھ سہہ رہا ہوں۔

فَقَدْتُّ سُرُوْرِیْ مُذْ نَقَدْتُّ اَحِبَّتِیْ کِرَامَ اُنَاسٍ خَلَّفُوا الْهَمَّ فِی الْعَقْبِ

میری خوشی اور عیش مفقود ہو گئی جب سے اپنے پیاروں سے جدا ہؤا وہ کیا ہی برگزیدہ لوگ تھے انکے پیچھے میرے حصّہ میں تو اب غم ہی غم ہے

یُعَادُوْنَ اَهْلَ الْعِلْمِ وَالْعِلْمَ کُلَّهٗ لِمَا هَمُّهُمْ فِیْ لَذَّةِ الْفَرْجِ وَالشُّرْبِ

علم اور اہلِ علم سے یہ لوگ بَیر رکھتے ہیں کیونکہ فسق و فجور اور مے خواری کے دلدادہ ہیں۔

وَمَا لَاقَنِیْ فِیْ ذِی الْبِلَادِ مُوَاسِیًا وَلَمْ یَتَیَسَّرْ اٰسِیًا مِنْ فَتًی نَدْبِ

افسوس ان دیسوں میں مجھے کوئی غمخوار نہ ملا۔ اور نہ کوئی جوانمرد فیاض غمگسار ہاتھ آیا۔

عَذِیْرِیْ مِنَ الْاَیَّامِ مِنْ جَوْرِ اَهْلِهَا اَقَامُوْا جِبَالَ الْفَادِحَاتِ عَلٰی قَلْبِیْ

زمانہ اور اہلِ زمانہ کے جور و جفا سے میں شکوہ کروں تو مجھے معذور رکھنا چاہیئے کیونکہ انہوں نے میرے دل پر مصائب کے پہاڑ رکھ دیئے ہیں

اِلَی اللّٰهِ اَشْکُوْا قَارِعَاتٍ تُصِیْبُنِیْ مِنَ الدَّهْرِ قَدْ ضَاقَتْ بِهَا سَعَةُ اللَّبْبِ

اللہ تعالیٰ کے حضور میں شکوہ کرتا ہوں زمانہ کے ان مصائب کا جنہوں نے میرے وسیع سینہ کو بھی تنگ کر دیا ہے۔

(روحانی خزائن جلد چہارم صفحہ ۱۳۷ تا ۱۳۹)

فارسی منظوم کلام

الا اے کہ خواہی نجات از خدا　　بقصرِ نجات از درِ حق درآ!

اے وہ شخص جو خدا سے نجات چاہتا ہے تو نجات کے محل میں راستبازی کے دروازے سے آ

بحق گرد و حق را بخاطر نشاں　　منہ دل بباطل چو کژ خاطراں

حق کے ساتھ رہ اور حق کو ہی دل میں بٹھا بد باطنوں کی طرح جھوٹ سے دل نہ لگا

اگر گرددت دیدۂ عقل باز　　بجوئی رہِ حق ز عجز و نیاز

اگر تیری عقل کی آنکھ کھل جائے تو تُو خدا کے راستے کو عاجزی اور خاکساری سے ڈھونڈ لے

بترس اے معاند ز قہرِ خدا　　کہ سخت است قہرِ خداوندِ ما

اے مخالف! خدا کے غضب سے ڈر کہ ہمارے خدا کا قہر بہت سخت ہے

بہ ناکردنِ ترسِ پروردگار　　بسا شہر ویراں شدند و دیار

پروردگار کا خوف نہ کرنے کی وجہ سے بہت سے شہر اور ملک برباد ہو گئے

ازاں بے ہراساں نشانے نماند　　نشانے چہ یک اُستخوانے نماند

ان بے باک لوگوں کا (اب) نشان تک نہ رہا۔ نشان تو کیا ایک ہڈی بھی باقی نہ رہی

ہمہ زیرکی در ہراسیدن است　　وگرنہ بلا بر بلا دیدن است

عقلمندی یہی ہے کہ انسان ڈرتا رہے ورنہ پھر مصیبت پر مصیبت دیکھنی پڑے گی

(دُرِّ ثمین فارسی صفحہ ۲۷ تا ۲۹)

خلاصہ خطبات حضرت امام جماعتِ احمدیہ

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵ مارچ ۱۹۸۸ء بمقام لندن

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد گذشتہ خطبہ کے مضمون کو جاری رکھتے ہوئے احمدیوں کو خصوصاً جھوٹ کے خلاف جہاد کرنے کی تلقین فرمائی اور فرمایا کہ اس کا آغاز گھروں سے ہونا چاہیئے۔ آج کے خطبہ میں حضورِ انور نے خصوصیت سے اخلاقِ حسنہ کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا کہ یہ زندگی کو سنوارنے کے لئے بہت ضروری ہیں اور جو شخص اخلاقِ حسنہ سے مزیّن ہو وہ کبھی بھی خدا تعالیٰ کو نہیں پا سکتا۔ جس طرح سچّائی اور جھوٹ کے درمیان ایک بُعد ہے اسی طرح بدخُلقی اور خدا کے درمیان ایک بُعد ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کے لئے تمام اسماء حسنہ ہیں اور ایک بھی ایسا نام نہیں جو بدخُلقی کی تعلیم دینے والا ہو۔

فرمایا: جس جگہ بھی انسان حُسنِ خُلق سے الگ ہوتا ہے اُسے یہ حقیقت معلوم ہونی چاہیئے کہ اس حصہ میں اس نے خدا سے اپنا تعلق توڑ لیا ہے۔ جن قوموں کے سفر بداخلاقی سے شروع ہوتے ہیں وہ بداخلاقیوں کی انتہاء تک پہنچ جاتے ہیں۔ اِس لئے چھوٹے چھوٹے بدخُلقی کے افعال کو معمولی نہیں سمجھنا چاہیئے کیونکہ ہر بدخُلقی اپنے مُنتہا کی طرف جانے والی چیز ہے۔

فرمایا: جماعتِ احمدیہ جس کا سفر بہت لمبا ہے اُسے ان معاملات پر بہت زیادہ سنجیدگی سے غور کرنا چاہیئے اور اعلیٰ اخلاق پر زور دینا چاہیئے۔ اگر جماعت نے اعلیٰ اخلاق کی اِس نسل میں حفاظت نہ کی تو اگلی نسلوں کی کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔

فرمایا: خصوصیت سے جو خطرہ مجھے نظر آ رہا ہے وہ یہ ہے کہ ماحول چونکہ بہت تیزی سے گندا ہو رہا ہے اور اعلیٰ اخلاق پر موت وارد ہو رہی ہے ایسی صورت میں جماعت پر اس کے اثرات کا ظاہر ہونا ایک لازمی چیز ہے اِس لئے بدیوں کا مقابلہ اور اُن کے خلاف جہاد کرنا جماعتِ احمدیہ کے لئے ضروری ہے اور اِس جہاد کا آغاز گھر سے ہونا چاہیئے۔ اعلیٰ اخلاق کے ذریعہ بدخُلقی سے بچنے کا سامان کریں۔ اپنے خلاؤں کو پُر کریں اور

اُن کو نیکیوں سے بھر دیں۔ جہاں نیکی داخل ہو جائے وہاں بدی نہیں آسکتی۔ جہاں خلاء ہے وہاں بدی نے ضرور داخل ہونا ہے اور بغیر نیکی کو اپنانے کے آپ کسی بدی کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

فرمایا: حُسنِ خُلق سے میری یہی مراد ہے کہ اپنے خلاؤں کو پُر کریں۔ اپنی عادات کو مزین کریں۔ حسین بننے کی کوشش کریں۔ ہر معاملہ میں اعلیٰ اخلاق کو اپنانے کی کوشش کریں اس کے بغیر نہ آپ بدیوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں اور نہ اُس عظیم مقصد کو حاصل کر سکتے ہیں جس کے لئے آپ کو پیدا کیا گیا ہے یعنی تمام دُنیا کی آپ نے اصلاح کرنی ہے اور تمام دُنیا میں خُلقِ محمدی کی حفاظت کرنی ہے اور تمام دُنیا کو خُلقِ محمدی سے مزین کرنا ہے۔ فرمایا اتنا بڑا کام ہو اور گھروں میں بدخُلقی کی باتیں ہوں یہ ایک ایسا تضاد ہے جسے خدا کی تقدیر کبھی معاف نہیں کیا کرتی۔

فرمایا: گھروں میں سب سے پہلے خاوند اور بیوی ہیں۔ جو خاوند اپنی بیوی سے اخلاق نہیں برت سکتا اُس نے دُنیا کو کیا اخلاق سکھانے ہیں۔ جو بیوی اپنے خاوند کے حقوق ادا نہیں کر سکتی اُس نے دُنیا کو کیا اخلاق سکھانے ہیں۔ ایسا ماحول جس میں خاوند اپنی بیوی کے ساتھ بدتمیزی اور بدخُلقی اختیار کر رہا ہے اور بیوی اس کے خلاف باغیانہ رویہ اختیار کرتی ہے ایسے ماحول میں جو بچے پلیں گے وہ دُنیا کے اخلاق کی حفاظت نہیں کر سکتے۔ انکے متعلق قرآن کریم کی یہ آیت صادق آتی ہے کہ تم اپنی اولادوں کو قتل کرنے والے ہو۔ ایسا ہرگز نہ کرو۔ جب تم اپنی اولاد کو اپنے ہاتھ سے قتل کر رہے ہو تو دُنیا کو کیسے زندہ کر سکتے ہو۔ فرمایا تمام گھروں میں بہت ضروری ہے کہ ہر خاوند اپنی بیوی کے ساتھ حُسنِ معاملگی کرے۔ حُسنِ معاشرت کرے۔ اس کے جذبات کا خیال رکھے۔ اس سے نرم کلامی کرے۔ اِس ضمن میں حضور انور نے حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ارشادات کو جماعت کے سامنے بڑی تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا اور فرمایا کہ ہر انسان کو اپنا جائزہ لینا چاہیئے کہ وہ اپنی بیوی سے حُسنِ سلوک کر رہا ہے یا نہیں۔

فرمایا: کہ مجھے کثرت سے ایسی اطلاعات ملتی ہیں کہ مردوں کا اپنی بیویوں سے حُسنِ معاشرت کا سلوک نہیں ہے۔ اگر ایسا ہے تو جماعت کی ساری محنت ضائع جائے گی۔ اتنے زیادہ جو کارخانے بنائے جا رہے ہیں دُنیا کو احمدیت کی طرف لانے کے وہ سارے بے اثر ہو جائیں گے۔ بدخُلق انسان روحانیت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا اور اس کے متعلق یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ وہ داعی اِلی اللہ بنے گا یا اس کی دعوتِ اِلی اللہ میں کوئی تاثیر ہو سکتی ہے۔ اِس لئے جو لوگ اپنی بیویوں سے بدخُلقی اور بدتمیزی کرتے ہیں۔ تحکّم کی راہ اختیار کرتے ہیں وہ دُنیا کی اِصلاح کا کام نہیں کر سکتے۔ فرمایا بعض لوگ عورتوں پر ہاتھ اُٹھانے میں جلدی کرتے ہیں اور ذِلّت کرتے ہیں۔ فرمایا مرد کو اِس پہلو سے افضل قرار دیا گیا ہے کہ وہ اس پر خرچ کرتا ہے نہ یہ کہ اُس کو اُس کا حاکم بنایا گیا ہے اِس لئے قوّام کہہ کر مرد کے فرائض میں یہ بات داخل کی گئی ہے کہ وہ

بہت محنت کرے اور اس کی محنت کا آخری مقصود یہ ہو کہ اپنے گھر پہ۔ اپنی بیوی کے آرام پر۔ اس کی آسائش پر۔ اس کی خواہشات پوری کرنے پر۔ اور اپنے بچوں کی ضروریات پوری کرنے پر اس محنت کے ماحصل کو خرچ کرے۔

فرمایا: احمدیت میں بدخُلقی کی باتوں کو برداشت نہیں کیا جا سکتا اِس لئے بدخُلقی کو اگر آپ نے روکنا ہے تو سب سے پہلے گھروں کے ماحول کو سنبھالیں۔ گھروں کو بداخلاق بنانے والے جتنے بھی محرکات ہیں ان کا گلا گھونٹیں۔ ان کو جب تک نیست و نابود نہیں کرتے محض ایک فرضی جہاد کے کوئی بھی معنیٰ نہیں ہیں۔ بدیاں گھروں سے نکلتی ہیں اور پھر گلیوں میں پھیل جاتی ہیں اور پھر وہ قوموں کو ہلاک کر دیا کرتی ہیں۔ پس جماعتِ احمدیہ کو باشعور جماعت کے طور پر ان بدیوں کے خلاف جہاد کرنا چاہیئے اور اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دینے سے پہلے اپنے گھروں میں اعلیٰ اخلاق پیدا کریں اور چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی بدخلقی کو برداشت نہ کریں۔ عورتوں اور بچوں کے ساتھ معروف سلوک کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عاشروھنّ بالمعروف۔ اپنی بیویوں سے تم ایسی معاشرت کرو جس میں کوئی امر خلافِ اخلاقِ معروفہ کے نہ ہو۔ بیوی ضعیف اور مسکین ہے اسلئے اس کے ساتھ نرمی برتنی چاہیئے اور ان پر رحم کرنا چاہیئے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے نمونہ کو اِس ضمن میں پیشِ نظر رکھیں تاکہ وہ نمونہ زندہ ہو جو ہمارے آقا و مولا حضرت اقدس محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ تھا۔

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ یکم اپریل ۱۹۸۸ء بمقام فرانکفرٹ مغربی جرمنی

تشہد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور نے انگریزی مقولہ "مغرب مغرب ہی ہے اور مشرق مشرق ہی ہے" پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ اپنے اندر کافی حد تک صداقت رکھتا ہے کیونکہ باوجودیکہ مغربی ممالک میں آنے والوں نے مغربی ممالک کے رنگ ڈھنگ اختیار کر لئے ہیں اور بعض مغربی رجحانات میں وہ اُن سے آگے بڑھ گئے ہیں۔ مثلاً ناچ گانے میں ایسا کمال حاصل کر لیا ہے کہ ان میں مغرب کو سکھلانے والے استاد پیدا ہوئے ہیں اور دُنیا تسلیم کر چکی ہے کہ سب سے زیادہ چوٹی کے گویے افریقہ نے پیدا کئے ہیں۔ شراب اور دوسری معاشرتی عادات کو اپنانے میں انہوں نے کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی اور کُلیۃً ان کے رنگ میں رنگین ہو گئے ہیں لیکن اس کے باوجود اُن کی فطرتوں کے درمیان اور اُن کی آرزوؤں میں کوئی اِمتزاج نہیں۔ وہ اکٹھے رہ کر بھی، ایک جیسے نظر آ کر بھی بالکل الگ الگ ہیں اور کہیں آپ کو مشرق اور مغرب کے درمیان ایسی محبت نہیں دکھائی دے گی کہ گویا وہ ایک ہی خاندان کے دو حصے ہیں۔ یہی

معنی ہیں اِس مقولہ کے کہ وہ سفید فام لوگ جو بعض دفعہ مشرقی رنگ اختیار کر چکے ہیں وہ مشرقی عادات اختیار کرنے کے باوجود بھی مغربی ہی رہتے ہیں۔

فرمایا: لیکن ایک رستہ اور امکان پیدا ہو رہا ہے کہ یہ مقولہ غلط ثابت ہو سکتا ہے اور ہو گا۔ قوموں کے درمیان امتزاج کی ایک راہ احمدیت کے ذریعہ کُھل رہی ہے اور یہ راہ وسیع تر ہوتی چلی جا رہی ہے کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ تمام دُنیا کو ایک ہاتھ پر اور ایک مزاج پر اکٹھا کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا تھا۔

فرمایا: مقولہ بنانے والے کے وسیع تجربے پر کوئی شک نہیں لیکن وہ خدا کے نور سے دیکھنے والا نہیں تھا۔ اس کی بصیرت ان باتوں تک نہیں پہنچ سکتی تھی جن کو خدا نے مقدّر کر رکھا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ ایک ایسا سُورج عرب کے صحراؤں میں طلوع ہو چکا ہے جس کی روشنی مشرق و مغرب میں تمیز کرنے والی نہیں اور تمام دُنیا کا مشترک سُورج ہے۔ اُسی نور کو لے کر آج احمدیت دُنیا میں دوبارہ طلوع کی ہے، دوبارہ اُبھری ہے اور ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ ہم ایک ایسے نور کو لے کر آگے بڑھیں گے جو مشرق و مغرب میں حائل ہونیوالی ہر روک کو دُور کر دے گا۔ ساری دُنیا کو ایک ہی ہاتھ اور ایک ہی مزاج پر اکٹھا کر دے گا۔ اِس پہلو سے جماعتِ احمدیہ کی بہت ہی عظیم ذمّہ داری ہے اور خصوصیّت سے جرمنی میں آنے والے احمدیوں کی بہت بڑی ذمّہ داری ہے کیونکہ خطرہ ہے کہ وہ اپنی بعض قومی عادتوں کی وجہ سے احمدیت کے مزاج کو اپنانے والوں کے لئے ٹھوکر کا موجب نہ بن جائیں۔

فرمایا: پاکستان سے آنے والے احمدی مختلف طبقات اور علاقوں سے آنے والے لوگ ہیں جو بعض ایسی عادات بھی لے کر آئے ہیں جو اخلاقی عادات نہیں ہیں اور بدقسمتی سے ان سب مزاجوں میں ایک بھاری عُنصر ایسا ہے جو احمدیت کا نہیں بلکہ احمدیت کا دشمن ہے، وہ جُھوٹ کی عادت ہے۔ یہ ایسی خوفناک خصلت ہے کہ جب مغربی قومیں آپ کے اِس مزاج کو دیکھیں گی تو اُن میں سے ہر ایک یہ تمیز نہیں کر سکے گا کہ یہ اچھی خصلت نہیں بلکہ احمدیت کی دشمن ہے جو بدقسمتی سے بعض نے اپنا رکھی ہے۔ جب یہ لوگ اِس پہلو سے آپ کا جائزہ لیں گے تو اُن کے اندر جو ردِّ عمل پیدا ہو گا وہ بین الاقوامی اِمتزاج کی راہ میں خطرات پیدا کرتا ہے۔

فرمایا: جرمنی میں آنے والے احمدیوں میں بعض وہ کمزوریاں زیادہ ہیں جو بین الاقوامی امتزاج پیدا کرنے میں روک بن سکتی ہیں اور بہت سی عادات ہیں جو انہوں نے یہاں آنے کے بعد اختیار کر لی ہیں۔ بعض لوگ اپنے ملک میں نیکی اِس لئے کرتے ہیں کہ ان بے چاروں کا بس نہیں چلتا۔ چنانچہ بعض جو نیکیاں، جو اپنے

ملک میں دکھائی دیتی ہیں بیچارگی کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی نیکیاں تھیں۔ جب ایک غیر ملک میں آئے اور انہوں نے دیکھا کہ یہاں کوئی پوچھنے والا نہیں تو ان کی مخفی کمزوریاں ظاہر ہوگئیں اور عصمت بھی جاتی رہی۔ چنانچہ ایسے خاندانوں کا پتہ چلا جو شریف اطوار والے خاندان تھے مگر یہاں آتے ہی پردہ ہی نہ اُترا بلکہ ہر بدی میں انہوں نے دوڑ لگادی اور مغربی معاشرے کی بُرائیوں میں بہت زیادہ آگے بڑھ گئے۔ کچھ بدیاں ساتھ لیکر آئے۔ کچھ نیکیاں جو کھوکھلی تھیں اور بیچارگی کے نتیجہ میں تھیں یہاں آکر اُن کے پردے پھٹ گئے۔ اس کے نتیجہ میں جو چیز نمودار ہوئی وہ نہایت ہی خطرناک ثابت ہوئی اور دیکھنے والے پاکستان سے ہی نہیں بلکہ دین سے بھی نفرت کرنے لگ گئے اور دَورے کے دَوران مجھ سے بڑے باشعور لوگوں نے یہ سوالات کئے کہ ہمیں سمجھائیں کہ ہم اندھیرے اور روشنی میں کس طرح تمیز کریں جبکہ ایسا ملا دیا گیا ہے کہ جیسے سفید اور کالے دھاگے کا تانا بانا ہو۔ پتہ نہ چلے کہ کہاں کالا ہے اور کہاں سفید۔ فرمایا یہ وہ تاثرات ہیں جو شدید ردِّ عمل دکھاتے ہیں اور مذہب کی بہت بدنامی ہوتی ہے۔

فرمایا: بدقسمتی سے دینِ حق ہی ایسا مذہب ہے جسے سب سے زیادہ نفرتوں کا نشانہ بنایا گیا ہے۔

فرمایا: کسی مذہب کی طرف اس کے ماننے والوں کے بداخلاق منسوب نہیں کئے جاتے لیکن دینِ حق ایک ایسا مظلوم مذہب ہے کہ اگر آپ اس سے وابستہ ہیں اور آپ کے اعمال کمزور ہیں تو لازماً اس کو نفرتوں کا نشانہ بنایا جائے گا تو اِس پہلو سے پاکستانی احمدیوں کی ذمہ داری اَور بھی بڑھ جاتی ہے۔ کئی قسم کے نقصانات وہ اپنی قومیّت کو پہنچاتے ہیں، اپنے مذہب کو پہنچاتے ہیں اور اُن مقاصد کی راہ میں حائل ہوجاتے ہیں جن کو حاصل کرنے کے لئے اُن کو پیدا کیا گیا ہے۔ اِس لئے یہ چھوٹی چھوٹی جو بُرائیاں آپ میں پائی جاتی ہیں یہ وہم نہ کریں کہ یہ آپ کے انفرادی معاملات ہیں یہ ہرگز انفرادی معاملات نہیں ہیں یہ قومی معاملات ہیں انہوں نے احمدیت کی نشوونما پر ان ملکوں پر گہرے اثر چھوڑنے ہیں اِس لئے جماعتوں کو مَیں نصیحت کر رہا ہوں کہ بہت زیادہ منظّم تربیت کے پروگرام بنانے چاہئیں اور تمام آنے والوں پر اِس پہلو سے بڑی گہری نظر رکھنی چاہیئے لیکن اگر یہ تربیت فائدہ نہ دے اور اخلاق اور کردار میں نمایاں پاک تبدیلی پیدا نہ کرے تو لازماً ہمارے لئے اپریشن کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا۔ اِس صورت میں بہتر ہے کہ ہم ان کو جماعت سے علیحدہ کر دیں اور احمدیت کو بدنامی سے بچائیں اور اِس عظیم عالمی پروگرام کی راہ میں حائل نہ ہونے دیں جو احمدیت میں تمام قوموں کو ایک ہی معاشرے میں تبدیل کرنے کے لئے بنایا ہے۔

فرمایا: اگلی صدی میں بہت کم وقت ہے اور اگر ہم پوری طرح روحانی اور اخلاقی لحاظ سے تیار ہوکر اس صدی میں داخل نہ ہوئے تو آخر کا کیا حال ہوگا؟ اِس لئے میری جو فکر ہے وہ میری تنہا نہیں

بلکہ آپ سب کی فکر بننی چاہیئے اور یہ فکر دعاؤں میں تبدیل ہونی چاہیئے ورنہ اتنی بڑی ذمہ داریاں ہم پر ڈالی گئی ہیں ہم ان کو ہرگز ادا نہیں کرسکیں گے۔

فرمایا: نظامِ جماعت کو بہت مستعدی کے ساتھ تربیت کی طرف غیر معمولی توجہ کرنی چاہیئے اور اس سال کو جہاں دعوتِ الی اللہ کا سال بنا رہے ہیں اس کے ساتھ ساتھ تربیت کا سال بھی بنائیں اس کے بغیر دعوتِ الی اللہ بھی کامیاب نہیں ہوگی اور قومی امتزاجات بھی پیدا نہیں ہوں گے۔

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۸ اپریل ۱۹۸۸ء بمقام گلاسگو

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا کہ گلاسگو کی یہ بیت الذکر جسے ایک ہال خرید کر بیت الذکر میں تبدیل کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعتِ احمدیہ کے وقارِ عمل اور افرادِ جماعت میں پائی جانے والی خدمتِ دین کی روح کا ایک نشان ہے۔ بیت الذکر اور اس کے گرد و نواح کے کمرے نہایت بوسیدہ حالت میں تھے اِن بوسیدہ حصوں کو گرانے، ملبے کو صاف کرنے اور دوبارہ تعمیر پر اُٹھنے والے اخراجات کا اندازہ دو لاکھ اسّی ہزار پونڈ کے قریب قریب بنتا تھا جس کی جماعت کو استطاعت نہ تھی چنانچہ مجھے خیال آیا کہ جماعت کی اصل طاقت تو اس خدمت اور جذبے کی رُوح میں ہے جو جماعت کی زندگی کا نشان ہے۔ چنانچہ شمالی انگلستان کے احباب کو تحریک کی گئی اور مکرم عبدالرشید صاحب آرکیٹیکٹ کی نگرانی میں ربوہ کے دو مخلص اور خدمت کے جذبہ سے سرشار دوستوں مکرم احسان صاحب اور مکرم عزیز صاحب نے معماری کا کام کیا۔ انصار، خدام اور اطفال نے جس محنت سے کام کیا وہ ایک لمبی داستان ہے۔ بدبودار ملبے کو صاف کرتے ہوئے کئی ان میں سے بیمار بھی پڑ گئے۔ بہت غیر معمولی استقلال سب نے دکھایا اور آج یہ عمارت خدا کے فضل سے بالکل ایک نئی شکل میں ہمارے سامنے ظاہر ہوئی ہے۔

فرمایا: اگرچہ اِس کا اِفتتاح رسمی طور پر آج سے بہت پہلے ہوچکا ہے لیکن اس خدمت کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لئے مَیں نے خود اس خواہش کا اظہار کیا کہ اِس کا از سرِ نَو افتتاح کیا جائے اور ان سب مخلصین کے ساتھ تصویر کھنچوائی جائے جسے یہاں آویزاں کیا جائے۔ نیز مجھے خیال آیا کہ جوبلی پروگرام میں وقارِ عمل کو بھی پیش کیا جائے۔ آج ساری دُنیا میں کوئی دینی جماعت ایسی نہیں جسے وقارِ عمل کے ذریعہ خود اپنے اور دوسروں کے کام کرنے کی توفیق ملتی ہو۔ جیسے راستے بنانا، گندے گڑھے بھرنا۔ سیلاب زدگان کی مدد کرنا وغیرہ۔

فرمایا: ایک دفعہ لاہور کے علاقے میں سخت سیلاب نے آکر غریبوں کی بستیوں کی بستیاں صاف کردیں

اُن کے لئے سر چھپانے کی جگہ نہ تھی۔ اُن غریب لوگوں کے قریب جماعت اسلامی والوں کا مرکز تھا جو اُن کو آ کر جماعت کے خلاف تو اُکساتے تھے مگر اس کٹھن وقت میں ان کی مدد کو نہ آئے۔ حضرت مصلح موعود نے مجھے بُلایا میں قائد خدام الاحمدیہ ربوہ تھا۔ حضور نے نارمل طریق سے ہٹ کر DIRECT مجھے ہدایت کی کہ فوراً ان غرباء کی مدد کو پہنچو جو ضرورت ہو مجھے بتاؤ کوئی ضرورت نہیں انتظامی طریق اختیار کرنے کی۔ اِس سلسلہ میں حضور انور نے فرمایا کہ اِس ضمن میں یہاں یہ بتا دوں کہ جب نیچے سے اُوپر چیز حرکت کرتی ہے تو انتظامی رستہ اختیار کرنا ضروری ہوتا ہے اور اُوپر کے افسر کو حق ہوتا ہے کہ استثنائی حالات میں کسی مصلحت کے تحت درمیانی رستوں کو نظر انداز کر دے لیکن اگر اس میں بدنیتی شامل ہو تو یہ ناپسندیدہ ہے مگر یہ کہنا کہ افسرِ بالا کو اختیار نہیں یہ غلط بات ہے۔ اِس اصول کے تحت حضور نے DIRECT مجھے یہ حکم دیا۔ چنانچہ ربوہ سے راجگیری کا کام جاننے والے دوست اور دیگر خدام لے کر لاہور کے خدام کی مدد سے ہم نے دیکھتے ہی دیکھتے ان غرباء کی گری ہوئی بستی کھڑی کر دی۔ اس پر وہ لوگ حیران ہوئے اور کہا کہ اگر دین ہے تو واقعی یہ دین ہے۔

حضور نے فرمایا: چونکہ یہ جماعت کا امتیازی نشان اور رُوح ہے اِس لئے مجھے خیال آیا کہ اِسے صد سالہ جوبلی میں تصاویر کی شکل میں پیش کرنا چاہیئے۔ حضرت مصلح موعود جنہوں نے یہ مبارک رسم جاری کی تھی کی بھی تصاویر تھیں وہ بھی کہیں سے مل جائیں گی۔

فرمایا: اب جماعتِ انگلستان میں بھی یہ رُوح پیدا ہوئی ہے۔ اِسی کا نتیجہ ہے کہ دو لاکھ اسّی ہزار پونڈ کی بجائے یہ کام صرف اسّی ہزار پونڈ میں ہو گیا حالانکہ اسّی ہزار پونڈ کا اندازہ تو صرف اس جگہ کی صفائی اور گند ہٹانے کے لئے ہی لگایا گیا تھا۔ خود جنہوں نے ہمیں قریباً چالیس ہزار میں یہ جگہ دی جانتے تھے کہ اِس عمارت کو ایسا کیڑا لگا ہؤا ہے کہ مُنہدم ہو جائے گی مگر ان کو یہ نہیں پتہ تھا کہ خدا تعالیٰ نے ایک کیڑے مار جماعت بھی پیدا کی ہے جو ہر قسم کے گندے کیڑوں کا مقابلہ کر کے ایک حیاتِ نَو بخشتی ہے۔

گلاسگو مشن کے باہر غیر احمدیوں کے مظاہرہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ نے باہر جو آدمی دیکھے ہیں اُن کے حُلیوں سے آپ کو پتہ لگ جائے گا کہ وہ کس قماش کے لوگ ہیں۔ اب سوائے جماعت کے خلاف گندے نعرے لگانے اور جمعہ چھوڑ کر یہاں آ کھڑے ہونے کے اُن کو کوئی اَور کام نہیں اور یہی ان کی دینی خدمت ہے۔ ان کے مقابل پر مَیں دیکھ رہا تھا کہ جماعت کے سارے دوست بڑے وقار کے ساتھ بغیر کسی غصہ کے ردِّ عمل کے اظہار کے زیرِ لب لاحول اور استغفار پڑھتے ہوئے بیت الذکر میں داخل ہو رہے تھے ایک ذرّہ ان کو پرواہ نہ تھی کہ باہر کیا ہو رہا ہے۔ یہ وہ فرق ہے جو

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی سچائی کا ایک زندہ نشان ہے اس نشان کو ہمیشہ زندہ رکھنا چاہیئے۔

فرمایا: حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے دشمن اب تخریب کاری کی طرف مائل ہیں اور بدبختی یہ ہے کہ وہ دین جو ساری دُنیا کو امن دینے کے لئے خدا نے قائم کیا تھا اُس کو آج تخریب کاری کا نشان قرار دیا جا رہا ہے یہ سزا ان کو اُس امام کے انکار کی وجہ سے مِل رہی ہے جسے خدا نے خود مقرر فرمایا تھا۔ فرمایا امام سَر کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر سَر کٹ جائے یا جسم اُسے قبول نہ کرے تو کچھ دیر جسم پھڑکتا تو ضرور ہے لیکن اُس کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔ یا اگر وہ اعصابی رستے خراب ہو جائیں جو جسم کو سَر سے ملاتے ہیں تو جسم زندہ تو رہتا ہے مگر اُس کی حرکتیں پاگلوں والی ہو جاتی ہیں۔ ایسے اوقات میں کسی مذہب کو خدا نے زندہ رکھنا ہو تو سَر عطا کرتا ہے جس کا نام الٰہی امامت ہے۔

حضورِ انور نے فرمایا ان کی ان مفسدانہ حرکتوں کا ذکر قرآن نے بھی کیا ہے۔ ہر نبی کے ساتھ ایسا ہوا خود رسول کریم ؐ کے زمانہ کے کفار نے کہا کہ جب تلاوتِ قرآن ہو تو شور مچا دیا کرو اور کوشش کرو کہ یہ آواز دوسروں تک نہ پہنچے۔ فرمایا سچائی کی آواز سے خوف جھوٹ کی علامت ہے۔ دُنیا میں کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ سچائی نے جھوٹ کی آواز کو دبانے کی کوشش کی ہو۔ سو آپ کو خدا نے یہ امتیاز بخشا ہے کہ بجائے تخریب کے آپ تعمیر کی طرف متوجہ ہوں۔ اِس پہلو سے جب ساری دُنیا کی وقارِ عمل کی تصویریں دُنیا کے سامنے آئیں گی تو دُنیا کو بغیر دلیل کے ہی عملی نمونوں سے معلوم ہو جائے گا کہ اِس جماعت کی حقیقت اور رُوح کیا ہے۔ کیونکہ جو جماعت کسی ظالم نے بنائی ہو اُس میں ایسی تعمیراتی صلاحیتیں ہو ہی نہیں سکتیں۔

فرمایا: دُنیا تخریب کی طرف مائل ہے اور احباب جماعت تعمیر کی طرف۔ خود انگلستان کے وہ نوجوان جن کے بارے میں خیال تھا کہ اُن پر مغربی تہذیب کا رنگ چڑھ رہا ہے وہ بہت ہی حیرت انگیز خدمت کرنیوالے بن گئے ہیں۔ مغربی جرمنی میں بھی کثرت سے خدمتِ دین کرنے والے پیدا ہو رہے ہیں۔ ہجرت کے بعد تو انکے رنگ ہی بدل گئے ہیں۔ فرمایا یہ غریب مجاہد مالی قربانی پر لبیک کہنے پر اتنے مستعد رہتے ہیں کہ بعض اوقات مجھے جبراً روکنا پڑتا ہے کہ اتنی قربانی نہیں دینی۔

جماعتِ احمدیہ پاکستان پر گزرنے والے حالات کا ذکر کرنے کے بعد حضور نے فرمایا کہ پاکستان کے افرادِ جماعت کا یہ کردار ہے کہ بجائے اِس کے کہ مَیں ان کو صبر کی تلقین کروں وہ مجھے اور باہر کی جماعتوں کو تسلّیاں دیتے ہیں۔ یہ ساری علامتیں ہیں زندگی کی۔ اور خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ امام کے سوا اِس مادہ پرست دُنیا میں کوئی یہ معجزہ نہیں دکھا سکتا۔ ناممکن ہے کہ ایک عام انسان اس مٹی کو پکڑے اور اس کے خمیر میں ایک نئی روح ڈال دے، ایک ایسی جماعت پیدا کر دے جو پرندوں کی طرح آسمان کی بلندی کو چھوئے۔ یہ وہ

محیرّ العقول واقعہ ہے جو بڑی شان کے ساتھ دُنیا کے ہر ملک میں ظاہر ہو رہا ہے۔ یہ معجزہ افریقہ میں بھی رونما ہو رہا ہے۔ وہاں کے احمدی بھی اِرد گرد کے لوگوں کے درمیان ایک نئی مخلوق لگتے ہیں۔ اِس بات کا اظہار کئی بار وہاں کے افسروں نے مجھ سے کیا۔

حضور نے فرمایا اِس فیض رسانی کی رُوح کو ہمیشہ زندہ رکھیں اور اسے آگے نوجوان نسل میں منتقل کرتے رہیں۔

حضور نے فرمایا پچھلے دنوں کینیڈا کے ایک مشہور پروفیسر نے پاکستان کے مختلف شہروں کا دَورہ کرنے کے بعد وہاں کے ایک معروف ریڈیو اسٹیشن کو انٹرویو دیتے ہوئے جماعت کے بارہ میں کہا کہ جماعتِ احمدیہ کے مخالفین جس طرح چاہیں ان کو مذہب سے کٹے ہوئے مرتد کہیں مگر جو میں دیکھ کر آیا ہوں وہ یہ ہے کہ دینِ حق کی زندگی کا انحصار اس ایک جماعت پر ہے۔ میرا خیال تھا کہ سَو سال کے مصائب نے اِس جماعت کا سارا جوش ٹھنڈا کر دیا ہوگا مگر یہ جماعت اسی طرح زندہ ہے جس طرح سَو سال پہلے زندہ تھی۔ اس پر کسی قِسم کے موت کے آثار نہیں۔ اس کا ہر فرد اِس یقین سے بھرا ہوُا ہے کہ چاہے کچھ ہو جائے آخری فتح ہماری ہے۔ ایسی جماعت کے بارے میں کون کہہ سکتا ہے کہ یہ ناکام ہوگی۔ سو دعا کریں کہ یہ جوش وجذبہ اور یہ رُوح ہمیشہ ہی زندہ رہے مخالف تو دن بدن گرتے چلے جا رہے ہیں۔ زیادہ گند بولتے ہیں تو لوگ کم سُنتے ہیں اِس لئے اَور زیادہ گند بولنے لگتے ہیں اور اِسی طرح گرتے چلے جاتے ہیں لیکن ہمیں تو خدا اپنا فضل عطا کر رہا ہے۔ حیرت انگیز انقلاب آ رہے ہیں۔ پرسوں ہی مجھے افریقہ کے ایک ملک کی بڑی معروف تجارتی شخصیت نے اچانک فون کیا۔ مَیں نے حیرت سے فون کی وجہ پوچھی تو کہنے لگے کہ آپ کے دَورے کا ہمارے ملک میں ایسا ہی IMPACT ہے کہ مَیں نے کہا کہ آج ضرور آپ کو اس کی مبارکباد دوں۔

فرمایا: دوسروں کی ناروا حرکات کو نہ دیکھیں۔ انہوں نے دُنیا میں کیا کرنا ہے جو کچھ کرنا ہے آپ نے کرنا ہے۔ تم تھوڑے ہو مگر وہ تھوڑے کہ جن کے اندر قومیں بننے کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔

آپ ان لوگوں کے غلام اور ورثاء ہیں جن میں سے ایک ایک کو اللہ تعالیٰ نے اُمّت قرار دیا ہے اِس لئے ہرگز دل میلا نہ کریں۔ خدا نے ترقیات کے لئے، عظمتوں کے لئے اور فتح وظفر کے نشان کے لئے آپ کو پیدا کیا ہے۔ آپ اپنی ان صلاحیتوں کو زندہ رکھیں جو فیض پہنچانے والی صلاحیتیں ہیں۔ اسی میں آپ کی زندگی ہے اسی میں آپ کی بقاء ہے اور اسی میں آپ کے غلبے کی ضمانت ہے۔

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۵ اپریل ۱۹۸۸ء بمقام لندن

تشہد وتعوّذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد

حضورِ انور نے سورۃ البقرہ کی درج ذیل آیات کی تلاوت فرمائی:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۙ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۫ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۝

اس کے بعد حضورِ انور نے فرمایا دو یا تین دن کے اندر اب رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہونے والا ہے اِس لئے آج کے خطبہ کے لئے رمضان ہی کو موضوع بنایا ہے۔ حضورِ انور نے اِن آیات کا ترجمہ اور تفصیلی مطالب بیان فرمائے اور فرمایا کہ روزہ عبادت کا معراج ہے اور تعلق باللہ کے لحاظ سے مومن کی زندگی میں اس کی بہت اہمیّت ہے۔ اس میں تعلق باللہ کے بے شمار مواقع ہیں۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ ..... کی لطیف تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا قرآن کریم بنی نوع انسان کے لئے ہدایت ہے اِس لئے رمضان کا قرآن سے بڑا تعلق ہے۔ یہاں رمضان کی تعریف کے بعد قرآن کی تعریف کی طرف منتقل ہونا بتاتا ہے کہ یہ ساری باتیں رمضان میں میسّر آئیں گی۔

فرمایا: آج یہ بحث اُٹھ رہی ہے کہ اگر چاند کسی اور ملک میں نظر آجائے تو کیا دوسرے ملک کے لوگ بھی پہلے ملک کی گواہی پر روزہ رکھ سکتے ہیں۔ اگرچہ فقہائے احناف اِس مسئلہ کے قائل ہیں مگر اکثریت فقہاء کی اِس بات کی قائل ہے کہ ہر علاقے اور ملک کی اپنی اپنی رؤیت ہے اِس لئے یہ ضروری نہیں کہ سارے عالمِ اسلام کے لئے ٹھیک ایک دن ہی رمضان یا عید آئے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی یہی طریق تھا۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ بھی یہی مسلک رکھتے تھے۔ جغرافیائی طور پر بھی ہر ملک کا

اپنا اُفق الگ ہے ۔ تو وہ مسلک جس کو قانونِ قدرت اور فقہاء کی اکثریت ٹھیک کہہ رہے ہیں وہی درست مسلک ہے اور اسی کی جماعت احمدیہ پیروی کرتی ہے ۔

فرمایا: شَھِدَ سے مراد ظاہری رؤیت ہے یا اِس بات کی قطعی گواہی کہ چاند نکل آیا ہے ۔ حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے منجموں کے اندازوں کو سختی سے رَدّ فرمایا ہے ۔ حضورِ انور نے فرمایا کہ رؤیت بہت اہم ہے ۔ اِس لئے آپ نے فرمایا ہے کہ مغرب میں دُوربین یا خوردبین ایسے جو آلات ہیں یہ سب رؤیت ہی کی قسمیں ہیں ۔ آج کل رؤیت پر بڑی بحث ہو رہی ہے ۔ یہ علماء ایک طرف تو رؤیت کی اِس حد تک پیروی کرتے ہیں کہ رُوحِ مضمون کو بالکل باطل قرار دے دیتے ہیں ۔ چنانچہ سائنسدانوں کے سائنسی اندازوں کو رَدّ کرتے ہیں ۔ صرف رؤیت کی خاطر ہوائی جہازوں پر چڑھ کر اتنی بلندیوں پر جا کر چاند کو دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ دوسرے علاقوں کے اُفق پر پہنچ جاتے ہیں ۔ یعنی وہ چاند جسے وہ دیکھ کر آتے ہیں اس علاقے میں طلوع ہی نہیں ہوا ہوتا کسی اَور ملک کے اُفق کا چاند ہوتا ہے ۔

فرمایا: شَھِدَ کا صرف اِتنا مطلب ہے کہ جب قطعی طور پر علم ہو جائے ۔ چنانچہ حضرت نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر چاند دکھائی نہ دے تو وہموں میں پڑ کر روزہ نہ رکھ لیا کرو ۔ اور اندازے کے بارے میں صرف اُس وقت فرمایا جب اُنتیس روزے گزر چکے ہوں اور چاند دکھائی نہ دے تو پھر اندازہ کر لیا کرو کہ چونکہ مہینہ تیس دن سے زیادہ کا ہو نہیں سکتا ، اُنتیس روزے گزر گئے اب اگلا دن لازماً تیسواں ہی ہوگا ۔ گویا یہ اندازہ بھی دراصل اندازہ نہیں بلکہ قطعی شہادت ہے اِسی لئے جماعت کا یہ مسلک ہے کہ جغرافیہ دان جب ترقی کر کے وسیع رؤیت کے تجربات کے ذریعہ معلوم کر لیں کہ فلاں دن چاند اُفق سے اِس حد تک اُونچا ہوگا کہ اگر بادل نہ ہوں تو یقیناً نظر آجائے تو اِس اندازے کو قطعی شہادت کا درجہ حاصل ہوگا ورنہ اِس سے اختلاف کرنے سے کئی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں ۔ شَھِدَ کا مطلب ہے کہ جب تمہیں قطعی طور پر علم ہو جائے کہ رمضان شریف کا چاند نکل آیا ہے تو رمضان یا عید شروع کر دو ۔

حضورِ انور نے فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ مریض اور مسافر کے علاوہ کسی کو روزہ چھوڑنے کی اجازت نہیں دی گئی ۔ جیسا کہ پچھلے سال بھی مَیں نے توجہ دلائی تھی خصوصاً انگلستان ، امریکہ اور یورپ کے دیگر ممالک میں اِس طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے ۔ ہماری نئی نسلیں بھی سُستی دکھا رہی ہیں اور ان کے ماں باپ بھی ۔

پڑھائی کے بہانے روزہ نہیں رکھا جاتا اور کہتے ہیں کہ روزے سے اُن کی پڑھائی اور صحت پر بُرا

اثر پڑے گا حالانکہ یہ بات غلط ہے اور وہم ہے رمضان میں تو زیادہ پڑھائی کا موقع ملتا ہے۔ پھر دعاؤں اور نمازوں کے ذریعہ جو بے بہا برکتیں ملتی ہیں وہ اِس کے علاوہ ہیں۔

فرمایا: تمام دُنیا کی جماعتوں کو رمضان پر خصوصیت سے توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ بچوں کو بھی ایک دو روزے رکھوا کر مشق کروائیں۔ ذیلی تنظیمیں انتظام کریں اور ہر احمدی کو یہ پیغام ملنا چاہیئے کہ اگر تم مریض یا مسافر نہیں تو سوائے روزے کے تمہارے لئے کوئی راہ نہیں ہے۔

فرمایا: یُرِیۡدُ اللّٰہُ بِکُمُ الۡیُسۡرَ وَلَا یُرِیۡدُ بِکُمُ الۡعُسۡرَ کو فَعِدَّۃٌ مِّنۡ اَیَّامٍ اُخَرَ کے بعد رکھنا بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس حد تک سہولت دینی تھی دے دی۔ سو مریض اور مسافر کے سوا کسی اَور کو روزے چھوڑنے کی گنجائش نہیں۔ گویا یُرِیۡدُ اللّٰہُ بِکُمُ الۡیُسۡرَ یہ بتاتا ہے کہ روزہ رکھنے والے کے لئے آسانیاں ہیں اور چھوڑنے والے کے لئے تکالیف ہی تکالیف ہیں۔ ظاہری طور پر بھی دیکھا ہے کہ روزے سے صحتوں پر بھی خوشگوار اثر پڑتا ہے اور روحانی بیماریوں سے بھی نجات ملتی ہے۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ جتنا رمضان میں اپنے بندوں کے قریب ہوتا ہے اُتنا کسی اَور مہینہ میں نہیں ہوتا اور اُس کی رحمت کا یہ اظہار ایک دو پر نہیں بلکہ ہر جگہ ہوتا ہے اور یہ رحمت کا چھینٹا عام ہوتا ہے اور جن جن پر پڑتا ہے اُن کو خوش نصیب بنا دیتا ہے۔

فرمایا: وَلۡیُؤۡمِنُوۡا بِیۡ میں جس ایمان کا ذکر ہے وہ عام ایمان نہیں بلکہ ایمان کی ایک ترقی یافتہ صورت ہے جو ہر رمضان کے بعد نصیب ہوتی ہے اور ہر بار نئے ایمان کے بعد ہدایت کی نئی راہ کھلتی ہے جس کی طرف اشارہ لَعَلَّھُمۡ یَرۡشُدُوۡنَ میں فرمایا گیا ہے۔

فرمایا: اِس رمضان میں خدا تعالیٰ سے ایک خاص تعلق کی چمک اور رحمت اور پیار کے جلوے نصیب ہوتے ہیں اور بسا اوقات ایسا تعلق خدا تعالیٰ سے محسوس ہوتا ہے کہ انسان سمجھتا ہے کہ اگر میری زندگی کا یہی آخری دن ہوتا تو بہتر ہوتا۔

فرمایا: رمضان کے بندھنوں کو برداشت نہ کرنے والے مادہ پرستی کی زنجیروں میں جکڑے جاتے ہیں پھر اگر وہ چاہیں بھی تو اِن بندھنوں سے رہائی نہیں پاسکتے۔

حضورِ انور نے فرمایا: مَیں پھر تاکید کرتا ہوں کہ کوشش کریں کہ ایک آدمی بھی رمضان کی برکتوں سے محروم نہ رہے۔ مریض اور مسافر بھی محروم نہیں رہ سکتے۔ وہ دعاؤں اور تہجد ایسی نیکیوں سے جھولیاں بھر سکتے ہیں۔ مَیں امّید کرتا ہوں کہ یہ رمضان ہمارے لئے یہ برکت بھی چھوڑ کر جائے گا کہ بکثرت وہ احمدی بھی روزہ دار بن جائیں گے جو قبل ازیں روزہ نہ رکھتے تھے۔ جتنے روزہ دار بڑھیں گے اتنے باخدا انسان

بڑھیں گے اور جتنے با خدا انسان بڑھیں گے اُتنے ہی رحمتوں کے دروازے کھلیں گے۔

خطبہ ثانیہ میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ تحریکِ جدید کے سالِ نو کے اعلان کے وقت جرمنی کی جماعت کا ذکرِ خیر کرنا رہ گیا تھا حالانکہ جرمنی یو۔کے اور امریکہ سے بھی آگے تھا۔ تحریکِ جدید میں پاکستان کے بعد سب سے زیادہ چندہ جرمنی کا ہے۔

اِس کے علاوہ حضورِ انور نے بعض مرحومین کی نمازِ جنازہ غائب پڑھانے کا اعلان فرمایا جس میں خاص طور پر مکرم منیر الحصنی صاحب مرحوم امیر جماعتِ احمدیہ شام کا ذکرِ خیر فرمایا اور حضورِ انور نے فرمایا کہ آپ اخلاص، وفا، تقویٰ اور حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے عشق میں بہت اعلیٰ درجہ پر فائز تھے۔ ۱۹۲۷ء میں مکرم مولانا جلال الدین صاحب شمس کے ذریعہ احمدیت قبول کی۔ حضورِ انور نے فرمایا کہ مجھے اِس بارہ میں شبہ نہیں کہ حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کو جو خدا نے الہاماً فرمایا تھا کہ یَدْعُوْنَ لَكَ اَبْدَالُ الشَّامِ وَعِبَادُ اللّٰهِ مِنَ الْعَرَبِ۔ آپ اِن ابدال الشّام اور عِبَادُ اللّٰهِ مِنَ الْعَرَبِ میں سے تھے۔

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۲۔ اپریل ۱۹۸۸ء بمقام لندن

تشہد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور نے فرمایا: گذشتہ جمعہ مَیں نے جماعت کو نصیحت کی تھی کہ نئی نسلوں کو خصوصیّت سے روزوں کی عادت ڈالیں۔ اب تک کی موصولہ رپورٹوں سے پتہ چلتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے اِس تحریک کے بعد جماعتوں میں ایک بیداری پیدا ہوئی ہے۔ فرمایا مغربی ممالک میں جہاں بچپن سے تربیت کا وہ ماحول میسّر نہیں جیسے قادیان اور ربوہ میں میسّر ہوتا ہے۔ جہاں خود بخود تربیت ہوتی ہے اور والدین کو زیادہ محنت نہیں کرنی پڑتی۔ ایسے ممالک میں والدین کو اس کمی کو پورا کرنا چاہیئے اور رمضان میں صرف روزوں کی تلقین پر اکتفا نہیں کرنا چاہیئے بلکہ روزوں کے لوازمات کی طرف بھی توجہ دلانی چاہیئے۔

فرمایا: مَیں نے جائزہ لیا ہے کہ صرف سحری کھا کر روزہ رکھ لینے کی طرف توجہ ہے تہجّد اور نفلوں وغیرہ کی طرف کوئی توجہ نہیں حالانکہ رمضان المبارک اور تہجّد کا بڑا گہرا تعلق ہے۔ تہجّد تو انسان کو مقامِ محمود تک لے جاتی ہے اِس لئے جو روزے تہجّد سے خالی ہیں وہ ادھورے اور بے معنی روزے ہیں فرمایا بچّوں کو خصوصیّت سے تہجّد کی تلقین کریں خواہ گیارہ رکعات کی بجائے تھوڑی پڑھیں مگر پڑھیں ضرور۔ ان کو بتائیں کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنّت ہے۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ نمازِ تراویح دراصل تہجّد کا بدل ہے اور ایسے لوگ جن کے لئے کسی وجہ سے تہجّد کے وقت اُٹھ کر نوافل کی ادائیگی مشکل ہو اُن کی سہولت کی غرض سے تراویح کا سلسلہ قائم کیا گیا ہے۔

فرمایا یہ خیال درست نہیں کہ تراویح میں لازماً روزانہ ایک پارے کی تلاوت مکمل ہو قرآن صرف مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰن کہتا ہے جتنا میسّر ہو تلاوت کرو۔

حضورِ انور نے قرآن مجید کی زیادہ سے زیادہ سورتوں کے حفظ کی طرف بھی توجہ دلائی اور فرمایا کہ اِس سلسلہ میں رمضان المبارک سے خصوصیّت سے استفادہ کرنا چاہیئے۔ حضور نے فرمایا کہ مَیں نے جو جائزہ لیا ہے اُس کے مطابق پاکستان سے باہر رہنے والے بچّوں کو بہت تھوڑی سورتیں یاد ہیں۔ بہت کو سورۃ اخلاص کے سوا کچھ یاد نہیں۔ یہ اچھی بات نہیں ہے۔ احمدیوں کو زیادہ سے زیادہ قرآن حفظ کرنا چاہیئے۔ اتنی کوشش تو کرنی چاہیئے کہ کم ازکم ایک پارے کے برابر مختلف سورتیں یاد ہوں۔ فرمایا کہ بچّوں کو کم ازکم اتنی تو مختلف سورتیں یاد کروائیں کہ وہ نماز میں مختلف سورتیں بدل بدل کر پڑھ سکیں کیونکہ تنوّع سے ذہن بیدار رہتا ہے جس کے لئے گھروں میں بھی خود انتظام کریں اور جماعتی انتظام کے تحت چھوٹے چھوٹے مراکز بھی ہونے چاہئیں۔

فرمایا: قرآن کریم یاد کرواتے وقت صحیح تلفّظ کی طرف خاص توجہ دیں۔ تلفّظ میں بہت کمزوری دیکھنے میں آئی ہے حالانکہ قرآن کریم میں تلفّظ کی بڑی احتیاط لازم ہے کیونکہ عربی زبان میں زیر زبر کے بدلنے یا حرف کے لمبا چھوٹا ہونے سے معنی بالکل بدل جاتے ہیں۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ نوافل کے علاوہ رمضان صدقات کرنے اور غرباء کی ہمدردی سکھانے کا مہینہ ہے۔ یہ مضمون بدقسمتی سے مغرب میں بعض وجوہ کی بناء پر فراموش ہو جاتا ہے۔ اگر ماں باپ بچّوں کو اُن کی بھوک سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے یہ یاد کرانا شروع کریں کہ خدا کے ایسے بندے بھی ہیں جو شدید بھوک اور فاقہ میں ہیں تو اُن کے دل میں ہمدردی کے جذبات پیدا ہوں گے پھر اُن کو صدقات کی طرف متوجّہ کریں اور اُن سے کچھ صدقات لے کر غرباء کو دیں جس سے بچپن سے ہی اُن کے دِل میں خدا تعالیٰ کی محبّت اور بنی نوع انسان سے ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوگا۔

فرمایا: بچّے بات بہت جلدی قبول کرنے کا مادہ رکھتے ہیں۔ خواہ مخواہ آپ کی لاعلمی اور بے توجہگی کی وجہ سے رمضان آتا اور گذر جاتا ہے مگر آپ کے بچّے وہیں کے وہیں رہ جاتے ہیں۔ رمضان میں صرف روزے رکھنا کام نہیں بلکہ اچھی عادت ڈالنے اور بُری عادت سے بچانے کی ٹریننگ دینے کا یہ بہت اچھا موقع ہے۔ اِن کی اِس عمر سے آپ اِستفادہ کریں کیونکہ اچھی عادات کی بنیادیں بچپن میں ہی پڑتی

ہیں۔ بچپن کی دلی یادیں کبھی نہیں بھولتیں۔ رمضان میں جو یادیں آپ نے بچوں میں مستقل بنائی ہیں ان کا اُن کے دل سے تعلق پیدا کریں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت، غرباء سے محبت کے دائمی نقوش اُن کے دلوں میں پیدا کریں کیونکہ یہ بچپن کے نقش پھر کبھی نہیں مٹتے۔ اس کے نتیجہ میں جب رمضان ختم ہوگا تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کی نسل پہلے سے بہت بہتر ہوگی اور ساری دُنیا کی جماعتوں کا معیار بڑھے گا۔

فرمایا: اِس میں شک نہیں کہ رمضان کے بعد معیار ضرور گرتا ہے مگر کوشش کریں کہ اتنا نہ گرے کہ رمضان سے پہلے کے معیار تک دوبارہ لوٹ آئے بلکہ ہر رمضان کے بعد آپ کا معیار پہلے سے بلند ہو۔

بعد ازاں حضورِ انور نے پاکستان میں راولپنڈی اور اسلام آباد کے نزدیک اوجڑی کیمپ کے نہایت خوفناک و المناک حادثہ کا ذکر فرمایا جہاں اسلحہ کے ڈپو میں آگ لگنے سے بہت سا جانی اور مالی نقصان ہوُا۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ مجھے خوشی ہے کہ مکرم ناظر اعلیٰ صاحب نے فوری طور پر نہ صرف اِس واقعہ پر ہمدردی کا پیغام بھیجا بلکہ متاثرین کی امداد کے لئے کچھ رقم بھی بھجوائی۔ حضور نے فرمایا کہ اس کے علاوہ جب تک حکومتی ادارے مصیبت زدگان کی مدد کے لئے نہیں پہنچے فوری طور پر اسلام آباد اور راولپنڈی کے افرادِ جماعت نے متاثرہ علاقوں میں پہنچ کر مصیبت زدگان کی مدد کی۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کی جزاء دے۔

حضورِ انور نے بتلایا کہ انگلستان کی جماعت نے بھی یہاں سفیرِ پاکستان سے مِل کر اظہارِ ہمدردی کے علاوہ دوہزار پونڈ کا چیک بھی متاثرین کی مدد کے لئے پیش کیا ہے۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ ایسے حادثات کسی ایک ملک کا معاملہ نہیں رہا کرتے بلکہ انسانیت کا سانجھا دُکھ ہوتے ہیں اِس لئے باقی دُنیا کی جماعتوں کو بھی دعا اور ہمدردی کے علاوہ حسبِ توفیق کچھ نہ کچھ ان مصیبت زدگان کے لئے بھجوانا چاہیئے۔

حضور نے فرمایا کہ ہرگز بعید نہیں کہ یہ واقعہ خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا مظہر ہو۔ اِس خیال کو مزید تقویت اس سے بھی ملتی ہے کہ اِس واقعہ سے قبل احمدیوں نے بکثرت اِس مضمون کی خوابیں مجھے لکھیں اور اِس بات کا احساس خود غیروں کو بھی ہو رہا ہے۔ اخبارات میں بھی ایسے بیانات چھپ رہے ہیں کہ یہ واقعہ واقعی خدا کی ناراضگی کا مظہر ہے۔ پاکستان کے ایک معروف ادیب اور شاعر نے مجھے اِس مضمون کا خط لکھا ہے کہ ملک کا یہ حال کسی بڑی ہستی کے انکار اور ان کو دُکھ پہنچانے کے سبب ہوُا ہے۔

حضور نے بتایا کہ ملک میں بدامنی انتہاء کو پہنچ چکی ہے۔ جرائم حد سے بڑھ رہے ہیں۔ بداخلاقیوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ غرض ہر پہلو سے خوفناک صورتِ حال ہے۔

حضور نے تمام احبابِ جماعت کو اِس رمضان المبارک میں خصوصیت سے قوم کے بچنے اور اسکی اخلاقی اور روحانی زندگی کے لئے دعائیں کرنے کی تلقین فرمائی نیز فرمایا کہ آپ کا اجر اِس بات میں ہے کہ قوم بچ جائے، اس کی اصلاح ہو اور وہ تکذیب کے گناہ سے محفوظ رہے۔

پیارے آقا کا محبّت بھرا اسلام

امام جماعتِ احمدیہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کی صحت اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت اچھی ہے اور حضور ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز تمام احبابِ جماعت کو محبّت بھرا السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہتے ہیں۔

کتاب "تورات موسٰی اور محمد عربی" پر ایک نظر

جناب پادری برکت اللہ صاحب ایم۔ اے کے اعتراضات کا رد

پادری برکت اللہ صاحب ایم۔ اے نے "تورات موسوی اور محمد عربی" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ یہ مناظرانہ کتاب ہے۔ جماعت احمدیہ اور بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا ذکر نہایت ناشائستہ زبان میں ہے۔ پادری صاحب کو اس امر کا سرے سے انکار ہے کہ مثیلِ موسٰی کوئی معیّن نبی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ تورات میں نبی اسم نکرہ ہے۔ صحیح ترجمہ یہ ہے کہ:-

"خداوند تمہارا خدا تمہارے بھائیوں میں سے نبی برپا کرتا رہے گا جس طرح اس نے مجھے برپا کیا"۔

اس لئے یہ کسی معیّن نبی کے لئے پیشگوئی نہیں ہے لہٰذا مصداق تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔ پادری صاحب کہتے ہیں نابی کا ترجمہ "ایک نبی" کرنا غلطی ہے صرف "نبی" درست ہے یاقیم کا "برپا کرے گا" نہیں "برپا کرتا رہے گا" ہے۔ اس میں استمرار ہے۔

یہ وہی راہِ فرار ہے جس کی بنیاد ڈاکٹر مافٹ نے ڈالی لیکن انہوں نے استثناء ۱۸/۱۵ میں PROPHET ترجمہ کیا اور ۱۸/۱۸ میں نابی کا ترجمہ A PROPHET کیا ہے۔ AFTER PROPHET پادری برکت اللہ صاحب ایم۔ اے ان سے بھی بازی لے گئے۔ اسی طرح مافٹ نے یاقیم کا ترجمہ RAISED کیا ہے۔ پادری برکت اللہ صاحب ایم۔ اے "کھڑا کرتا رہے گا" ترجمہ پر زور دیتے ہیں۔

یہ سراسر تحریف معنوی ہے۔ یاقیم کا ترجمہ "کھڑا کرتا رہے گا" آج تک کسی نے نہیں کیا۔ آج سے ۲۳۰۰ سال پہلے یونانی ترجمہ ہوا۔ اسی طرح قرونِ اولیٰ میں لاطینی اور سُریانی ترجمہ ہوا اور بے شمار دوسرے تراجم ہوئے پھر عہدِ حاضر کے تراجم میں پادری صاحب کی تائید ناپید ہے۔

۱۹۷۸ء میں دُنیا کے سَو سے زیادہ سکالرز نے عبرانی، آرامی اور یونانی کے پیشِ نظر بائیبل کا نیا

ترجمہ کیا ہے اس کا نام ہے "نیو انٹرنیشنل ورشن"۔ اس میں بشارتِ تورات کا صحیح ترجمہ درج ہے۔

۱۔ نابی کا ترجمہ A PROPHET ہے۔

۲۔ "تیرے ہی درمیان سے" حذف ہے۔

۳۔ یاقیم میں استمرار نہیں اس کا ترجمہ "برپا کرے گا" ہے۔

اب بتائیے پادری برکت اللہ صاحب ایم۔اے کا اِدّعا کیا ہؤا؟ پادری صاحب دُنیا کے سَو سے زائد علماء کے سامنے طفلِ مکتب ہیں ان کا ترجمہ پادر ہوا ہوگیا۔

اِس تمہید کے بعد پادری برکت اللہ صاحب ایم۔اے کی دیگر تنقیحات کا جواب پیشِ خدمت ہے:۔

• اعتراض: تورات میں کسی جگہ بنی اسمٰعیل کو بنی اسرائیل کا بھائی نہیں کہا گیا اِس لئے تورات کے مخاطب بنی اسمٰعیل نہیں ہو سکتے۔

جواب: تورات میں دو جگہ بنی اسمٰعیل کو بنی اسرائیل کا بھائی کہا گیا لیکن عبرانی متن کو نہ سمجھنے کے باعث یہ حقیقت چُھپی ہوئی تھی۔ اب نیو انگلش بائیبل نے بات واضح کر دی۔ ترجمہ ملاحظہ ہو:۔

HAVING SETTLED TO THE EAST OF HIS BROTHERS

مراد یہ ہے کہ بنی اسمٰعیل "اپنے بھائیوں کے مشرق میں بسے ہوئے ہیں"۔ (پیدائش ۲۵/۱۸) اسرائیل کے مشرق میں صحرائے عرب ہے اِسی وجہ سے تورات میں عربوں کو بنی قدم کہا گیا یعنی اہلِ مشرق۔ ظاہر ہے بنی اسرائیل کو بنی اسمٰعیل کا بھائی کہا گیا۔ اِسی طرح پیدائش ۱۶/۱۲ کے حاشیہ پر نیو انگلش بائیبل میں ایک متبادل ترجمہ دیا گیا۔ اسمٰعیل کے متعلق ہے:۔

"وہ اپنے بھائیوں کے مشرق میں آباد ہوگا"۔

نیو انٹرنیشنل ورشن نے بھی پیدائش ۱۶/۱۲ کے حاشیہ پر یہی متبادل ترجمہ دیا ہے کہ اسمٰعیل

"اپنے بھائیوں کے مشرق میں آباد ہوگا"۔

اِس نئے ترجمہ نے چُھپی ہوئی حقیقت کو واضح کر دیا کہ تورات میں بنو اسمٰعیل کو بنی اسرائیل کا بھائی کہا گیا۔

• اعتراض: حضرت اسمٰعیل حضرت اسرائیل کے بھائی نہیں تھے بلکہ سوتیلے چچا تھے۔

جواب: بنی اسرائیل اور بنی اسمٰعیل اولادِ ابراہیم تھے لہٰذا آپس میں بھائی بھائی تھے۔ اسمٰعیل اور اضحاق دونوں بھائی تھے۔ مائیں جدا تھیں۔ ان کی اولاد آپس میں بھائی نہیں تو اور کیا ہے۔ حقیقی چچا سوتیلا چچا کیسے ہو گیا جبکہ تورات نے اِسی جہت سے بنی اسمٰعیل کو بنی اسرائیل کا بھائی قرار دیا۔

کیتھولک بائیبل (۱۹۵۸ء) میں متی ۱۲/۴۶ کے حاشیہ پر لکھا ہے:۔

"عبرانی اور اکثر مشرقی زبانوں کے طرزِ کلام کے مطابق نہ فقط ایک ہی ماں باپ کی اولاد بلکہ چچا، ماموں، ماسڑ اور پھپھڑ کے فرزند بھی بھائی کہلاتے ہیں۔"

پس بنی اسرائیل اور بنی اسمٰعیل بھائی نہیں تو اور کیا ہیں؟ تورات میں حضرت یعقوبؑ کے بڑے فرزند عیسو کی اولاد یعنی بنی عیسو اور بنی اسرائیل کو بھائی کہا گیا۔ اسی طرح یرمیاہ ۴۹/۱۱ میں بنو عیسو کے بھائیوں کا ذکر ہے۔ یہاں بھائیوں سے مراد بنی اسرائیل تو کسی صورت نہیں ہوسکتے البتہ بنی اسمٰعیل مراد ہو سکتے ہیں کیونکہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی بیٹی عیسو کے گھر میں تھی اِس طرح عیسو آپ کا داماد تھا۔ بنی اسمٰعیل اور بنی عیسو قرابت دار تھے۔ اِس لحاظ سے بنی اسمٰعیل بنی عیسو کے بھائی تھے۔

● **اعتراض**: محمد عربی حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد نہیں ہیں کیونکہ ان کا مسلسل نسب نامہ نہیں ملتا آنحضرتؐ نے خود نہایت صاف الفاظ میں فرما دیا:

عدنان سے آگے میرا نسب نامہ بیان کرنے والے جھوٹے ہیں۔

جواب: عدنان عرب روایت کی رُو سے مسلّمہ طور پر آلِ اسمٰعیل ہیں۔ مسلسل نسب نامہ کا ملنا اور درست ہونا ضروری نہیں۔ واقدی لکھتا ہے میں نے اِس بات میں کہ (عدنان کا باپ) مَعَدّ اولاد قیدار بن اسمٰعیل میں ہے کسی کا اختلاف نہیں دیکھا۔ (خطباتِ احمدیہ صہ ۶۲۴)

سرسید لکھتے ہیں:-

تمام مؤرخ اور یہود اور عرب کے قُرب وجوار کی تمام قومیں اور تمام اگلے اور پچھلے مؤرخ خواہ وہ عرب کے رہنے والے ہوں یا کسی اَور ملک کے مسلمان ہوں یا کسی اَور مذہب کے، اِس بات میں ذرا بھی شبہ نہیں رکھتے بلکہ تسلیم کرتے ہیں کہ محمد رسول اللہ بنی ہاشم قریش اسمٰعیل ابراہیم کی اَولاد میں سے ہیں۔ محمد رسول اللہ نے قریش کو پکار کر کہا کہ "ابیکم ابراھیم" جس کو سب نے تسلیم کیا اور کون ایسا شخص ہے کہ جس میں اس قدر جرأت ہو کہ سچ بات کو تسلیم نہ کرے۔ (خطباتِ احمدیہ صہ ۶۲۸)

مشہور مورخ مسٹر گبن جو تمام عالم میں مشہور ہے لکھتا ہے کہ

محمدؐ کو حقیر اور مبتذل نسل سے کہنا عیسائیوں کا ایک احمقانہ افترا ہے۔ اسمٰعیل سے ان کی نسل کا ہونا ایک قومی تسلیم کی ہوئی بات ہے اور ملکی روایت سے ثابت شدہ امر ہے۔

(خطباتِ احمدیہ صہ ۶۲۹)

اب پادری صاحب ذرا اپنے گھر کی خبر لیں۔

کیا یسوع مسیح کے مختلف فیہ نسب نامے انجیل میں درج نہیں ہیں ؟
کیا یسوع یوسف نجّار کا بیٹا تھا ؟ انجیل میں تو یوسف کا نسب نامہ درج ہے۔
یسوع ابنِ مریم تھا نہ کہ ابنِ یوسف۔
والدہ کی طرف سے یسوع کا نسب نامہ کہاں ہے ؟

● اعتراض : اگر آیہ زیرِ بحث محمدِ عربی کی پیشگوئی ہوتی تو قرآن میں اس کا ذکر کیوں نہ آتا ؟

جواب : قرآن میں حوالہ موجود ہے۔

وَ شَہِدَ شَاہِدٌ مِّنْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰی مِثْلِہٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَکْبَرْتُمْ (۱۱:۴۶)

اور بنی اسرائیل میں سے ایک عظیم الشان شاہد نے اپنے ایک مثیل کے آنے کی گواہی دی ہے وہ تو ایمان لایا اور تم تکبّر سے کام لے رہے ہو۔

یہ حوالہ روزِ روشن کی طرح واضح اور اعتراض کرنے والوں کے لئے سُرمۂ بصیرت ہے۔

اِسی طرح آیہ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاہِدًا عَلَیْکُمْ کَمَآ اَرْسَلْنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا (۷۳ : ۱۶) میں مثیلِ موسٰی کا ذکر ہے۔

● اعتراض : تورات کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوّت بنی اسرائیل سے باہر نہیں ہے۔ حضرت مسیح اور حواریانِ مسیح نے بھی اِس امر پر زور دیا ہے۔

جواب : بشارت تورات حضرت مسیح کے پیشِ نظر تھی۔ بھائیوں سے مراد آپ کے نزدیک بنی اسرائیل نہیں ایک دوسری قوم تھی اِسی لئے آپ نے فرمایا :-

خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائے گی اور ایک دوسری قوم کو دے دی جائے گی جو بادشاہی کے پھل لائے گی۔ جو اس پتھر پر گرے گا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا لیکن جس پر وہ گرے گا اُسے پیس ڈالے گا۔ (ترجمہ مناٹ متی $\frac{۲۱}{۴۳-۴۴}$)

پادری صاحب اِس حوالہ سے مراد غیر قوموں کا عیسائیت قبول کرنا لیتے ہیں۔ حضرت مسیحؑ کا یہ مفہوم نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ نے فرمایا :-

مَیں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اَور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ (متی $\frac{۱۵}{۲۴}$، $\frac{۱۰}{۶}$)

پس آپ کے نزدیک دوسری قوم سے مراد غیر قوموں کے عیسائی نہیں ہو سکتے بلکہ بنی اسرائیل کے بھائی اور آلِ ابراہیم کی دوسری شاخ مراد ہے۔ یہی نہیں بلکہ حضرت مسیحؑ نے صاف لفظوں میں بتا دیا کہ آنے والا

مسیح داؤد کا بیٹا نہیں ہے۔[۱] (متی ۲۲/۴۱-۴۵)
یہود مسیحا کے منتظر تھے (یوحنا ۱/۲۱) بلکہ وہ مانتے تھے کہ دو مسیح آئیں گے ایک دس قبائل کا جمع کرنے والا ہے دوسرا ابنِ داؤد۔
وہ آنے والے موعود کو اصطلاح میں مسیحا کہتے تھے۔ طالمود میں ہے :-

سب نبیوں نے اگر خبر دی ہے تو بعثتِ مسیح کی خبر دی ہے۔ دُنیا معرضِ وجود میں آئی تو صرف مسیح کے لئے۔ (SANH 98-99)

حضرت مسیح نے زبور ۱۱۰ سے استدلال کیا اور فرمایا: مسیح داؤد کا بیٹا نہیں ہے کیونکہ داؤد اسے اپنا بیٹا نہیں بلکہ خداوند کہتا ہے۔ اس زبور میں آنے والے فاتح عالم کو ملک صدق سے تشبیہہ دی گئی۔ ملک صدق ایک غیر عبرانی سامی بادشاہ تھا۔ زبور میں ہے کہ فاتح عالم ملک صدق کے رتبہ پر دائماً کاہن ہے۔ پس حضرت مسیح کے نزدیک نبی موعود عبرانی نہیں بلکہ ایک دوسری قوم سے آنے والا تھا۔

- **اعتراض :** حضرت مسیح کا پیغام عالمگیر تھا۔ فرمایا :

غیر قوموں کی طرف نہ جانا بلکہ پہلے اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا۔ (متی ۱۰/۵-۶، مرقس ۷/۲۷)

پادری صاحب نے یہ تأثر دیا اس میں گویا اجازت ہے کہ بعد ازاں غیر قوموں کی طرف جا سکتے ہو۔ کیونکہ یسوع سارے جہان کا نجات دہندہ ہے۔

جواب : پادری صاحب نے انجیل کی عبارت میں پہلے کا لفظ اپنی طرف سے ڈال دیا۔ انجیل کا صحیح حوالہ درج ذیل ہے :-

غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا۔ (متی ۱۰/۵-۶)

کیونکہ

---

[۱] انجیل برنباس ایک مسخ شدہ کتاب ہے۔ کس نے مسخ کیا یہ ایک راز ہے۔ اس میں بعض سچی باتیں موجود ہیں۔ فصل ۴۳ میں ہے :-

"اگر خدا کا رسول جسے تم مسیح کہتے ہو داؤد کا بیٹا ہوتا تو داؤد اسے خداوند کیونکر کہتا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں (کہ نبی موعود کے آنے کا) وعدہ اسمٰعیل سے تھا نہ کہ اضحاق سے"

"میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اَور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا"۔

(متی $\frac{۱۵}{۲۴}$)

البتہ مرقس $\frac{۷}{۲۷}$ میں پہلے کا لفظ موجود ہے لیکن اس کا مفہوم یہ ہے کہ شفایابی میں بھی پہلے بنی اسرائیل کو ترجیح دو۔

یونانی عورت کو اُس کی بیمار لڑکی کے بارہ میں کہا :۔

"پہلے لڑکوں کو سیر ہونے دو کیونکہ لڑکوں کی روٹی لے کر کتّوں کو ڈال دینا اچھا نہیں"۔

ہم پادری صاحب سے پوچھتے ہیں کیا بنی اسرائیل سیر ہو گئے تھے کہ اُن کا مائدہ آپ نے غیر قوموں کو ڈال دیا؟

● **اعتراض** : یہ درست ہے کہ آج سے ۲۳۰۰ سال پہلے کے تورات کے یونانی ترجمہ میں جسے سپٹواجنٹ یا سبعینیہ کہتے ہیں "تیرے ہی درمیان سے" کے الفاظ نہیں ہیں لیکن تمام عبرانی نسخوں اور تراجم میں بدستور یہ الفاظ موجود ہیں لہٰذا یہ متن کا حصّہ ہے۔

جواب : مثیلِ موسیٰ والی بشارت استثناء ۱۸ باب میں دو جگہ درج ہے ۱۵ آیت اور ۱۸ آیت میں۔ پہلے حوالے میں "تیرے ہی درمیان سے" کے الفاظ موجود ہیں۔ جب اِس پیشگوئی کے الفاظ کو ۱۸ آیت میں دہرایا گیا تو یہ الفاظ حذف ہیں۔ اِس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ الفاظ متن کا حِصّہ نہیں ہیں۔

آج سے ۲۳۰۰ سال پہلے ستّر علماء کے پیشِ نظر جو عبرانی متن تھا اس میں بھی یہ الفاظ نہیں تھے اِس لئے انہوں نے عبرانی متن کے یونانی ترجمہ میں ان الفاظ کا ترجمہ نہیں کیا۔ اِس ترجمہ کو سبعینیہ کہتے ہیں۔

نئے عہد نامہ میں دو جگہ مثیلِ موسیٰ والی پیشگوئی درج ہے۔ دونوں جگہ "تیرے ہی درمیان سے" کے الفاظ نہیں ہیں۔ ان تین شواہد سے ظاہر ہے کہ یہ الحاقی الفاظ ہیں۔ مثیلِ موسیٰ کو صرف بنی اسرائیل کی ذرّیت ظاہر کرنے کے لئے یہ تحریف کی گئی۔ چنانچہ بائیبل کے بعض نئے تراجم میں ان الفاظ کو حذف کر دیا گیا ہے ملاحظہ ہو نیو انٹرنیشنل ورشن۔

● **اعتراض** : "موسیٰ کی مانند" میں وجہ مشابہت صرف 'منصبِ نبوّت' ہے اور بس۔ اس کا مطلب فقط یہ ہے کہ جس طرح خدا نے حضرت موسیٰ کو برپا کیا تھا اسی طرح وہ ہر زمانہ میں نبی برپا کرتا رہے گا۔

جواب : یہ پہلے ذکر ہو چکا کہ عبرانی تورات کے متن میں یاقیم ہے۔ اِس کے معنی ہیں "برپا کرے گا" "برپا کرتا رہے گا" آج تک کسی نے ترجمہ نہیں کیا یہ پادری صاحب کی اختراع ہے۔

تورات میں بشارت کے الفاظ کو بغور مطالعہ کریں۔ بنی اسرائیل نے خدا کا کلام اور مزید آواز سُننے سے انکار کر دیا۔ فرمایا: تم نے جو کہا ٹھیک کہا۔ اب برادران بنی اسرائیل میں سے مثیلِ موسیٰ برپا ہو گا۔ وہ نبی

بن کر مبعوث ہوگا۔ میں اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔

ظاہر ہے اوّلین مشابہت شرعی نبی اور صاحب کتاب نبی کے ہونے کی ہے جیسے موسیٰ شریعت لائے ان کو کتاب دی گئی اسی طرح مثیلِ موسیٰ نے صاحبِ کتاب شرعی نبی بن کر آنا تھا۔ قرآن حکیم میں جہاں مثیلِ موسیٰ کی پیشگوئی کا ذکر ہے وہیں قرآن اور تورات کے نزول کا ذکر ہے۔ یہ سب سے بڑی وجہ مشابہت ہے۔

احقاف ۱۱ میں ہے آیت ۱۳ میں فرمایا:۔ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ

وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ (احقاف: ۱۳)

پس تورات و قرآن کا نزول سب سے بڑی وجہ مماثلت ہے۔

ورقہ بن نوفل نے کہا:

هٰذَا النَّامُوْسُ الَّذِيْ نَزَّلَ اللّٰهُ عَلٰى مُوْسٰى (بخاری)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے والا یہ وہی ناموس ہے جو موسیٰ پر وحی لایا۔

ظاہر ہے وحیٔ شریعت ایک بڑی وجہ مماثلت ہے۔

• اعتراض: مقدس پطرس کے وعظ سے علماءِ اسلام کا استدلال کہ حضرت مسیح کے بعد مثیلِ موسیٰ نے آنا ہے سراسر غلط ہے۔ پطرس نے جو کچھ کہا اس کے مصداق مسیح ہیں۔

جواب: مقدس پطرس کے وعظ کا نیا ترجمہ نیو یروشلم بائیبل ۱۹۸۵ء نے دیا ہے اس میں UNIVERSAL RESTORATION کے الفاظ قابلِ غور ہیں یعنی MOSES FOR EXAMPLE والبتہ ہے انبیاء کی پیشگوئیوں سے۔ مثلاً موسیٰ نے کہا کہ تمہارے بھائیوں میں میری مانند ایک نبی آئیگا سیاق عبارت میں ہے

"ضرور ہے کہ وہ آسمان میں اُس وقت تک رہے جب تک عالمی تجدید و اصلاح جو انبیاء اور تورات کی پیشگوئیوں سے وابستہ ہے مکمل نہ ہو جائے۔"

گویا یہ سب کچھ مسیح کی آمدِ ثانی سے قبل ہوگا۔ پھر مقدس پطرس نے کہا اِسی لئے اس نے یسوع کو "اٹھا کر پہلے تمہارے پاس بھیج دیا۔"

یہ عبارت بالکل واضح ہے پہلے مسیح آیا پھر تورات کا موعود آئے گا اس کے بعد مسیح کی آمدِ ثانی ہے۔ پھر لکھا ہے اِس طرح وہ عہد پورا ہوگا جو ابراہیم سے کیا گیا یعنی

رُوئے زمین کے کُل گھرانے تیری نسل سے برکت پائیں گے۔

ظاہر ہے آنے والے پیغمبر کا مشن کافۃ للنّاس کے لئے ہے۔ عالمی انقلاب اس سے وابستہ ہے۔ وہ صرف بنی اسرائیل کے لئے نہیں آئے گا بلکہ اقوامِ عالم اس سے برکت پائیں گی۔

● **اعتراض:** پطرس نے ابراہیمی وعدہ یاد دلایا۔ خدا نے کہا تیری اولاد سے دُنیا کے سب گھرانے برکت پائیں گے۔ یہ ابراہیمی وعدہ بنی اسمٰعیل کو نہیں پہنچا بلکہ بنی اسرائیل کو ملا کیونکہ تورات میں اضحاق کو اکلوتا بیٹا کہا گیا اور لکھا ہے کہ میں اپنا عہد اضحاق سے باندھوں گا (پیدائش ۱۷/۱۹) خدا نے حضرت اسمٰعیل کو عہد سے خارج کر کے اپنا عہد اسحاق سے باندھا ہے۔

جواب: تعصّب کی انتہاء ہے کہ دُنیا کے سب گھرانوں نے برکت پائی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وجود سے پھوٹنے والی ایک شاخ اس عہد میں شامل نہیں جبکہ تورات میں ہے:

"اسمٰعیل کے حق میں بھی میں نے تیری دعا سُنی۔ دیکھ میں اسے برکت دوں گا اور اسے برومند کروں گا۔ اسے بہت بڑھاؤں گا"

(پیدائش ۱۷/۲۰)

پادری صاحب اس کا جواب دیتے ہیں اسمٰعیل کے ساتھ نبوّت کا وعدہ نہیں ہے ظاہر نعماء کا وعدہ ہے کیوں وعدہ نہیں؟ تورات کی تحریفات مانع ہیں۔ ایک تحریف ملاحظہ ہو۔

جب اضحاق پیدا نہیں ہوئے تھے تو اسمٰعیل اکلوتے تھے۔ خدا نے کہا اکلوتا بیٹا قربان کرو۔ ظاہر ہے اسحٰق ذبیح اللہ نہیں ہیں لیکن تحریف ملاحظہ ہو کہ تورات میں ایک فقرہ ڈال دیا کہ اکلوتا اسحٰق ہے حالانکہ اسحٰق دوسرا بیٹا تھا وہ بھائی کی زندگی میں اکلوتا کیسے ہو گیا؟ اس تضاد سے پتہ لگتا ہے کہ تورات میں تحریف ہوئی ہے۔ تورات کے تابع صحیفہ کے طور پر یہودیوں نے ایک متبادل تورات کو مرتب کیا اسے جوبلی کہتے ہیں اس میں ہے کہ پلوٹھے بیٹے اسحٰق کو قربان کرو۔ اسحٰق پلوٹھا کیسے ہو گیا؟ اس طرح یہ فقرہ "لیکن میں اپنا عہد اسحٰق سے باندھوں گا" ایک محرفہ عبارت ہے۔ سیاق عبارت میں عالمگیر عہد کا ذکر ہے جس میں ساری اولاد شامل ہے۔ ابھی اسحٰق پیدا نہیں ہوئے تھے خدا نے ابراہیم سے ہمکلام ہو کر فرمایا:

دیکھ میرا عہد تیرے ساتھ ہے ..... میں اپنے اور تیرے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ان کی سب پشتوں کے لئے عہد جو ابدی ہے باندھوں گا اور ختنہ عہد کی نشانی ہے۔

(پیدائش باب ۱۷)

ایک طرف اسحٰق کی پیدائش سے قبل اسمٰعیل کو عہد میں شامل کیا گیا دوسری طرف صرف اضحاق سے عہد کا ذکر ہے باقی شاخیں خارج ہیں۔

یہ تضاد واضح تحریف کا آئینہ دار ہے۔

تورات کا فقرہ قابلِ غور ہے:-

"لیکن میں اپنا عہد اضحاق سے باندھوں گا"

یہ مسلّمہ ہے کہ موجودہ تورات مختلف ذرائع سے جمع کی گئی۔ ۱۷ باب کی علامت "P" ہے یعنی یہ باب کاہنوں کی تورات سے اخذ کیا گیا۔ کاہنوں نے عبارت میں "لیکن" ڈال دیا۔ مفہوم صرف یہ تھا میں اپنا عہد اضحاق سے بھی باندھوں گا۔ لفظ "لیکن" ڈال کر اسے بگاڑ دیا گیا۔ انجیل برنباس موجودہ صورت میں ایک مسخ شدہ دستاویز ہے لیکن اس میں اصل انجیل کا مواد شامل ہے لکھا ہے اسمٰعیل چونکہ پلوٹھا بیٹا ہے بروئے تورات قربانی کے لئے اسے ہی پیش کیا گیا۔ کاتبوں نے تحریف کی اور اضحٰق کا نام داخلِ متن کر دیا۔ اسمٰعیل بدستور عہد کا فرزند ہے۔ (فصل ۴۳)

● **اعتراض:** عہدِ ابراہیمی کے موافق نبوّت کی برکت بغیر کسی امتیاز کے اسرائیل کے بارہ اسباط میں محدود ہوگئی۔ کُل انبیاء انہی بارہ فرقوں میں مبعوث ہوئے۔ حضرت اسمٰعیل اس برکت سے محروم رہ گئے۔ ان کی اولاد کا اس برکتِ عظمیٰ سے تعلق نہ رہا۔ بنی اسمٰعیل کا اس برکت میں کوئی حصّہ بخرہ نہیں۔

جواب: یہ تعصّب کی دوسری انتہاء ہے۔ حضرت ایوب مسلّمہ طور پر غیر اسرائیلی بلکہ عربی پیغمبر تھے "بائیبل اینڈ عربیا از جیمس منٹگمری" صـ ۱۷۲ ملاحظہ ہو۔

بہترین سکالرز اس خیال کے ہیں کہ صحیفہ ایوب کی اصل زبان عربی تھی عربی سے موجودہ صورت میں ترجمہ ہوا۔ فلپ حتی لکھتے ہیں:-

"ایوب یہودی نہ تھے عرب تھے جیسا کہ ان کے نام اور صحیفے کے مقامِ نزول یعنی شمالی عرب سے ظاہر ہوتا ہے"

پھر لکھتے ہیں:-

"تورات میں قِدم اور بنی قِدم کا ذکر ہے اِس سے مراد اہلِ عرب ہیں۔ اِس بنی قِدم کے ایک سردار حضرت ایوب تھے۔ (ایوب ۱/۳)

جن کا صحیفہ حکمت اور شاعری دونوں اعتبار سے ایک شاہکار سمجھا جاتا ہے"

(تاریخ ملّت عربی اردو ترجمہ صفحہ ۶۹، ۷۰)

حضرت موسیٰؑ نے ایک مدین کے پیشوا کی لڑکی سے شادی کی جو عرب تھی۔ (ایضاً صـ ۶۵)

کتاب امثال میں اسمٰعیلی قبیلے مسا کے دو بادشاہوں کے حکمت آمیز اقوال بھی درج ہیں (ایضاً صـ)

بائیبل نے نبوّت کو بنی اسرائیل کے بارہ فرقوں میں محدود نہیں کیا پادری صاحب کے ذہنِ محدود کی

پیداوار نے عہدِ ابراہیمی کو تنگ اور محدود کر دیا۔ بائیبل کی آغوش کشادہ ہے اس میں ایوب جیسے عرب کے گوہرِ آبدار شامل ہیں۔ پادری صاحب کی تنگیٔ داماں ہے کہ اس میں سوائے بنی اسرائیل کے اَور کچھ نہیں۔

فکرِ ہر کس بقدرِ ہمّت اوست

اب فاران والی بشارت پر اعتراض ملاحظہ ہو۔

• اعتراض: تورات میں ہے کہ حضرت اسمٰعیل نے بیابانِ فاران میں رہائش اختیار کی۔ اس جگہ کو مکّہ سے ویسا ہی لگاؤ ہے جیسا کہ سرینگر کشمیر کو بنارس سے۔ بیچارے اسمٰعیل کا گذر مکّہ کے قُرب وجوار میں عمر بھر کبھی نہیں ہوسکتا تھا۔ وہ بیابانِ فاران میں ہی رہا وہیں مرا اور اس کی اولاد اس رقبہ زمین میں بستی رہی جو حویلہ سے شُور (تک ممتد) ہے...... اور یہ ملک عرب سے کئی سَو کوس دُور ہے۔

جواب: جنابِ برکت اللہ پادریوں کے بنائے ہوئے جغرافیہ بائیبل میں اُلجھے ہوئے ہیں نئی تحقیق کیا ہے؟ بادِ صبا چھُو بھی نہیں گئی۔ جان ڈی۔ ڈیوس کی بائیبل ڈکشنری دیکھ لی ہوتی اصل حویلہ[۱] یمن میں ہے (شمالی عرب والا حویلہ اَور ہے۔ یعنی قبائل کی مہاجرت کی وجہ سے نام رکھا گیا) اور شُور سے مراد کنعان کی جنوبی حدود ہیں۔ مراد یہ ہے کہ بنو اسمٰعیل یمن سے فلسطین کے جنوب تک آباد ہیں۔ حویلہ ملکِ عرب سے کئی سَو کوس دُور نہیں بلکہ عرب کے جنوبی حصّہ کا نام ہے۔ مذکورہ ڈکشنری میں واضح الفاظ میں یہ تحقیق درج ہے۔

فاران کے بارہ میں علماء کی تحقیق یہ ہے کہ یہ اُس بیابان کا نام ہے جس میں زیادہ تر بنی اسرائیل کی مہاجرت کے دن گذرے۔ ۳۸ سال تک وہ گھومتے رہے۔ ملاحظہ ہو

AID TO BIBLE UNDERSTANDING "PARAN" P. 1270

فلپ حتی کہتا ہے کہ عرب کے صحرائے نفود اور سینائی میں بنی اسرائیل نے مہاجرت کے دن گذارے

(تاریخ ملت عربی اردو ترجمہ صفحہ ۶۵)

ظاہر ہے کہ صحرائے عرب کے ایک بڑے حصّے کا پُرانا نام فاران ہے۔

فاران کے معنی کیا ہیں؟ یہ ایک عربی نام ہے۔ عبرانی کی رُو سے اس کے معنی غیر یقینی ہیں۔

THE NAME IS OF UNCERTAIN MEANING. (AID TO BIBLE)

---

[۱] عرب قبائل کے مُورثِ اعلیٰ کو تورات میں یقطان (قحطان) کہا گیا اُس کی اولاد میں حویلہ تھا۔
(پیدائش ۱۰/۷، ۲۹)

اصول یہ ہے کہ عبرانی میں اگر اُلجھن پیش آئے تو عربی کی طرف رجوع کیا جائے یہ علماء عصرِ حاضر کا مسلمہ طریق ہے۔ عربی میں فاران کے دو معنے ہیں :

فارا۔ فورًا وفورانًا جوش مارنا۔ پھوٹ کر نکل پڑنا۔

گویا فاران کے معنی پانی اُبلنے اور چشمہ پھوٹنے کے ہیں۔ دوسرے معنے دوٹ فرّ سے ہیں دو بھاگنے والے۔ وادئ غیر ذی زرع میں ہاجرہ اور اسمٰعیل کے لئے ایک چشمہ پھوٹا جس کے باعث دو گھر سے نکالے ہوئے سیراب ہوگئے۔ یہ چشمہ اس علاقہ کی آبادی کا باعث بن گیا اور حج کعبتہ اللہ میں پانی کی بہم رسانی کا واحد ذریعہ۔ تورات نے اس مقام کو بیر شابع کا جنگل بتایا۔ عرب روایت ہے کہ وہ مکہ معظمہ کی وادئ غیر ذی زرع ہے جس میں زمزم آج بھی موجود ہے اور بدستور لوگوں کو سیراب کر رہا ہے۔ اس اختلاف سے قطع نظر لسانیات کی رُو سے فاران وہ مقام ہے جہاں سے چشمہ پھوٹا اور جہاں خدا کے حکم کے تحت دو گھر سے نکالے ہوئے بسائے گئے۔ یہ واقعہ عرب کی روایتِ قدیم کی رُو سے وادئ غیر ذی زرع میں پیش آیا۔ اِس حیرت انگیز نسبت سے سارے بیابانِ عرب کا نام فاران پڑ گیا۔ اِس اعجاز کو دیکھ کر لوگ صحرائے عرب کو فاران کہنے لگے۔

بشارت تورات میں کوہِ فاران کا ذکر ہے :-

وہ کوہِ فاران سے جلوہ گر ہوا۔

حبقوق نبی کی پیشگوئی میں ہے :-

خدائے پاک کوہِ فاران سے آ رہا ہے۔

اب دیکھنا ہے کوہِ فاران سے کیا مراد ہے؟ جیمس اے مونٹ گمری عہدِ حاضر کے ایک عظیم سکالر ہوگئے ہیں ان کی کتاب ARABIA AND THE BIBLE اِس وقت میرے سامنے ہے اِس موضوع پر ایک مستند دستاویز ہے وہ لکھتے ہیں کہ آتش فشانی لاوے کے کوہستانی قطعات مکہ معظمہ سے دمشق تک پھیلے ہوئے ہیں۔ عربی میں ان کو حرّاۃ کہتے ہیں۔ عبرانی میں اس کے لئے لفظ ھَر ہے (مثلاً ھَر فاران) حبقوق نبی نے خدا کی تجلّی کے مقامات کا ذکر کیا ہے اس میں تیمان، فاران، کشان، اور مدین وغیرہ کا ذکر ہے یہ سب شمال مغربی عرب کے حرّاۃ ہیں۔ صاحبِ موصوف کے نزدیک فاران کا محلِ وقوع نامعلوم ہے لیکن وہ شمال مغربی عرب کے حرّاۃ میں ہو سکتا ہے (صفحہ ۸۳، ۸۹)

اِس تحقیق سے ظاہر ہے کہ جبالِ فاران کا حجاز میں ہونا درست بات ہے کیونکہ فاران صحرائے عرب کا پرانا نام ہے۔

پادریوں کے جغرافیہ بائیبل کی بنیادی غلطی یہ ہے کہ یمن وحجاز کے مقامات کو صحرائے شام یا جنوب کنعان میں دکھا دیا جاتا ہے۔ آبادی بڑھی اور عرب قبائل یمن وحجاز سے نکل کر شمالی عرب اور صحرائے شام میں بسنا شروع ہوئے۔ مہاجرین نے بلاد و امصار کے وہی نام رکھ لئے جہاں سے وہ نکلے تھے۔

تورات نے بنو اسمٰعیل کے زاد بوم کا ذکر بہت کم کیا۔ لوگوں نے شمالی علاقوں کو اصل مقام سمجھ لیا۔ بنی اسمٰعیل کو حجاز سے اٹھا کر شمالی عرب اور صحرائے شام میں لے آئے۔ آہستہ آہستہ یہ پندار ختم ہو رہا ہے اور صداقت منکشف ہو رہی ہے۔ مثلاً اصل حویلہ یمن میں ہے انتقالِ آبادی کے باعث یہ نام شمالی عرب میں بھی آگیا۔ جان ڈی ڈیوس نے اس دُہرے نام کی ممکنہ کُنہ دریافت کر لی اور بتایا کہ اصل حویلہ یمن میں ہے اسی طرح اصل فاران مکہ معظمہ کی وادیٔ غیر ذی زرع کا نام ہے۔ یہاں کے پہاڑوں کو جبالِ فاران کہا گیا۔ شمال میں بھی ملتے جلتے مقامات ہیں جو غلط فہمی کی بنیاد بن گئے۔ دُہرے ناموں کی وجہ سے یمن وحجاز کے بعض مقام شمال میں دکھا دئے گئے۔ جغرافیہ عرب کے ساتھ یہ سراسر زیادتی ہے۔

آخر میں ایک نظر عہدِ عتیق کی ان پیشگوئیوں پر بھی ڈالنا ضروری ہے جو انجیل نویسوں نے حضرت مسیح پر چسپاں کی ہیں۔ دُور جانے کی ضرورت نہیں پادری برکت اللہ صاحب کا بھلا ہو انہوں نے یہ کام سرانجام دے دیا اور سرِعام تسلیم کر لیا کہ عہدِ عتیق میں مسیح موعود کے لئے کوئی معیّن پیشگوئی نہیں ہے بلکہ جو پیشگوئیاں قریب زمانہ میں پوری ہو چکی تھیں وہی اُٹھا کر یسوع مسیح پر چسپاں کر دی گئیں۔ یہ ایک حیرت انگیز اقرار ہے۔ پادری صاحب کے اپنے الفاظ میں پیشِ خدمت ہے :-

> "پس انبیاءِ سابقین کے وہ الفاظ جن کا ذکر انجیل جلیل میں آتا ہے دراصل صدیوں بعد کے کسی آنے والے شخص کے لئے خاص طور پر پیشگوئیوں کے طور پر نہیں لکھے گئے تھے اصل حقیقت یہ ہے کہ اِن الفاظ کا تعلق ان انبیاء کے زمانہ یا اس زمانہ کے نزدیک کے مستقبل کے کسی تواریخی واقعہ یا شخص کے ساتھ تھا۔ مثلاً یسعیاہ نبی کی یہ عبارت ملاحظہ ہو:-
>
> "خداوند نے آخز بادشاہ سے فرمایا خداوند اپنے خدا سے کوئی نشان طلب کر لیکن آخز نے کہا میں طلب نہیں کروں گا اور خداوند کو نہیں آزماؤں گا۔ تب اس نے کہا اے داؤد کے خاندان اب سنو۔ کیا تمہارا انسان کو بیزار کرنا کوئی ہلکی بات ہے کہ میرے خدا کو بھی بیزار کرو گے؟ لیکن خداوند آپ تم کو ایک نشان بخشے گا۔ دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا پیدا ہوگا اور وہ اس کا نام عمانوئیل

رکھے گی پر اس سے پیشتر کہ یہ لڑکا نیکی اور بدی کے رَدّ و قبول کے قابل ہو یہ ملک جس کے دونوں بادشاہوں سے تجھ کو نفرت ہے ، ویران ہو جائے گا ۔"

(۷ / ۱۰-۱۶)

ظاہر ہے کہ اس نبوّت کا تعلق نزدیک کے مستقبل کے ساتھ ہے لیکن انجیل نویسوں کی نظروں میں آیت ۱۴ کے الفاظ حضرت کلمۃ اللہ کی پیدائش کی روشنی میں نہایت معنی خیز ہو گئے اور اس کو ایسا دکھائی دیا کہ گویا یہ آنخداوند کی پیدائش کا ہو بہو نقشہ ہے ۔ (متی ۱ / ۲۲-۲۳) (صـ۲۸)

سیاقِ عبارت میں یہ اقرار اور بھی واضح لفظوں میں ہے ۔ لکھتے ہیں :-

" لیکن جب انبیاءِ سابقین نے یہ نبوّتیں کی تھیں تو ان کے الفاظ کا ہرگز یہ مقصد نہ تھا کہ ان کے کلام کرنے کے صدیوں بعد ان کے الفاظ کا اطلاق کسی خاص مسیح موعود پر ہو گا ۔" (صـ۲۵)

جس کے گھر کا یہ حال ہو وہ اعتراض دوسروں پر کرے ۔ ایں چہ بو العجبیست

علم و معرفت کے روحانی خزائن

سیّدنا حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی روحانی خزائن پر مشتمل اسّی ۸۰ سے زائد کتب ہیں جن کے بارے میں خود حضورِ اقدس فرماتے ہیں ؎

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے ٭ اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار

نیز حضورِ اقدس کا درج ذیل ارشادِ مبارک ملحوظ رکھنا چاہیئے :-

" جو شخص ہماری کتب کو کم از کم تین بار نہیں پڑھتا اس میں ایک قسم کا کبر پایا جاتا ہے "

مجلس انصار اللہ کے ہر رکن کو حضورِ اقدس کے اِن ارشادات کی روشنی میں اپنا اور اپنے زیرِ کفالت افرادِ خانہ کا کوئی شائبہ تو نہیں پایا جاتا ۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا کی راہوں پر چلنے کی توفیق دے ۔ آمین

(قیادت تعلیم مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

تحریک وقفِ زندگی و داخلہ جامعہ احمدیہ

ناظمین اضلاع انصار اللہ توجہ فرمائیں

اس سال جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے لئے واقفین زندگی طلبہ کا انٹرویو انشاء اللہ میٹرک کے نتیجہ کے بعد اگست ۱۹۸۸ء میں ہوگا۔ معیّن تاریخ کا اعلان بعد میں کر دیا جائے گا لیکن انٹرویو سے پہلے امیدواران کے وقف اور جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے بارہ میں ضروری کوائف مکمل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ابھی سے درخواستیں وکالتِ دیوان کو بھجوا دی جائیں۔

براہِ مہربانی آپ اپنے حلقہ کے ایسے احمدی نوجوانوں کو جو امسال میٹرک، ایف۔اے، بی۔اے اور ایم۔اے کے امتحان دے رہے ہیں یا دے چکے ہیں وقفِ زندگی اور جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے لئے تحریک فرمائیں اور اپنے حلقہ سے زیادہ سے زیادہ طلبہ کو جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے لئے بھجوانے کی کوشش فرمائیں۔

۲۔ نیز یہ کہ جماعت کے ایسے ذہین، ہونہار، خدمتِ دین کا شوق رکھنے والے مخلص نوجوان آئیں جن کے اخراجات کا زیادہ سے زیادہ بوجھ ان کے والدین یا سرپرست خود اٹھا سکیں تو بہتر ہے۔

۳۔ زندگی وقف کرنے اور جامعہ احمدیہ میں داخلہ کی خواہش رکھنے والے نوجوانوں کو ہدایت فرمائیں کہ وہ امتحان یا نتیجہ کا انتظار نہ کریں بلکہ ابھی سے مقامی جماعت کے امیر یا صدر صاحب کی وساطت سے درخواستیں وکالتِ دیوان تحریک جدید ربوہ کو ارسال فرمائیں۔

سیّدنا حضرت المصلح الموعود نوّر اللہ مرقدہٗ وقف اور جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"مَیں جماعت کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اپنے اخلاص کا ثبوت دے اور نوجوان زندگیاں وقف کریں۔ ہر احمدی گھر سے ایک نوجوان ضرور اس کام کے لئے پیش کیا جائے۔ مدرسہ احمدیہ میں داخلہ کے لئے ہر سال کم از کم پچاس طالبِ علم آنے چاہئیں۔ سو ہوں تو بہتر ہے۔"

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ جامعہ احمدیہ میں طلبہ کی تعداد کو دیکھتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"جس تعداد میں نوجوان جامعہ احمدیہ میں داخل ہوتے ہیں اور ایک لمبا عرصہ تک تعلیم حاصل کر کے باقاعدہ مربی بنتے ہیں اسے دیکھتے ہوئے مَیں سمجھتا ہوں کہ وہ ہماری ضرورت کے ہزارویں حصّہ کو بھی پورا نہیں کر سکتے۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

"آئندہ سَو سالوں میں دینِ حق نے جس کثرت سے ہر جگہ پھیلنا ہے اس کے لئے لاکھوں تربیت یافتہ غلام چاہئیں۔ ایسے واقفینِ زندگی چاہئیں جو خدا کی راہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہوں۔ ہر طبقۂ زندگی سے کثرت کے ساتھ واقفینِ زندگی چاہئیں۔ ہر ملک سے واقفینِ زندگی چاہئیں۔"

جامعہ احمدیہ میں طلبہ کی تعداد بڑھانے کے لئے مجلسِ مشاورت ۱۹۶۱ء کا فیصلہ ہے کہ :-

"ہر ضلع کی جماعت ۲۵۰ چندہ دہندگان پر کم از کم ایک میٹرک پاس طالبِ علم جامعہ احمدیہ میں برائے تعلیم بھجوائے۔"

امید ہے آپ خلفاء حضرت مسیح موعود کے ارشادات اور مجلس مشاورت کے فیصلہ کے مطابق اپنے حلقہ سے زیادہ سے زیادہ طلباء کو جامعہ احمدیہ میں بھجوانے کی کوشش فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس مساعی میں زیادہ سے زیادہ برکت عطا فرمائے اور ہم سب کو اپنے فضل سے زیادہ سے زیادہ مقبول خدمتِ دین کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ آمین

(وکیل الدیوان تحریکِ جدید ربوہ)

- اگر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے تو فوراً تجدید کروا لیجئے۔
- ماہنامہ "انصار اللہ" کی توسیع اشاعت میں حصّہ لیجئے۔

(مینیجر ماہنامہ انصار اللہ ربوہ)

صِدّیق

"صدّیق کے کمال کے حصول کا فلسفہ یہ ہے کہ جب وہ اپنی کمزوری اور ناداری کو دیکھ کر اپنی طاقت اور حیثیت کے موافق اِیَّاکَ نَعۡبُدُ کہتا اور صدق اختیار کرتا اور جھوٹ کو ترک کر دیتا ہے اور ہر قسم کے رِجس اور پلیدی سے جو جھوٹ کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے دُور بھاگتا ہے اور عہد کر لیتا ہے کہ کبھی جھوٹ نہ بولوں گا جھوٹی گواہی نہ دونگا اور نہ جذبۂ نفسانی کے رنگ میں کوئی جھوٹا کلام کروں گا نہ لغو طور پر نہ کسبِ خیر اور نہ دفعِ شر کے لئے یعنی کسی رنگ اور حالت میں بھی جھوٹ کو اختیار نہیں کروں گا۔ جب اِس حد تک وعدہ کرتا ہے تو گویا اِیَّاکَ نَعۡبُدُ پر وہ ایک خاص عمل کرتا ہے اور اس کا وہ عمل اعلیٰ درجہ کی عبادت ہوتی ہے۔ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ سے آگے اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ہے خواہ یہ اُس کے مُنہ سے نکلے یا نہ نکلے لیکن اللہ تعالیٰ جو مبدء الفیوض اور صدق اور راستی کا سرچشمہ ہے اس کو ضرور مدد دے گا اور صداقت کے اعلیٰ اصول اور حقائق اس پر کھول دے گا۔ مثلاً جیسے کہ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جو تاجر اچھے اصولوں پر چلتا ہے اور راستبازی اور دیانتداری کو ہاتھ سے نہیں دیتا اگر وہ ایک پیسہ سے بھی تجارت کرے تو اللہ تعالیٰ اُسے ایک پیسہ کے بدلے لاکھوں روپے دے دیتا ہے۔

اِسی طرح جب عام طور پر ایک انسان راستی اور راستبازی سے محبّت کرتا ہے اور صدق کو اپنا شعار بنا لیتا ہے تو وہی راستی اس عظیم الشّان صدق کو کھینچ لاتی ہے جو خدا تعالیٰ کو دکھا دیتی ہے۔ صدقِ مجسّم قرآن شریف ہے اور پیکرِ صدق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ذات ہے۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۳۶۵، ۳۶۶)